شرائع الإسلام

الصلاة

شرائع الاسلام

(نماز)

السید احمد الحسن

الامام المہدی (علیہ السلام) کے وصی، اور رسول، اور یمانی

بسم الله الرحمن الرحیم

نام کتاب	شرائع الاسلام (نماز)
مصنف	السید احمد الحسن
مترجم	گروہ مترجمین انصار الامام المہدی (ع)
پہلا ایڈیشن	اگست 2026- ربیع الاول 1448
ھدیہ	اللهم صلّ على محمد و آل محمد الائمة و المهديين و سلِّم تسليما كثيرا

السید احمد الحسن (ع) کی دعوت مبارک، الیمانی الموعود کے بارے میں مزید معلومات حاصل کرنے لے لیے نیچے دی گئی ویب سائٹ پر رجوع کیجیے۔

www.almahdyoon.com

www.safeerimammahdi.org
www.yamaani.org

فہرست

کتابِ نماز 8

پہلا رکن: نماز کے مقدمات 8

پہلی مقدمہ: نمازوں کی تعداد کے بارے میں 8

یومیہ پانچ وقت کی نمازیں 8

یومیہ نمازوں کے نوافل 9

دوسری مقدمہ: نمازوں کے اوقات 9

یومیہ واجب نمازوں کے اوقات: 10

یومیہ نوافل نمازوں کے اوقات: 11

نماز کے وقت کے احکام: 12

تیسری مقدمہ: قبلہ 15

پہلا: قبلہ (کی سمت) 15

دوسرا: جو شخص قبلہ رخ کھڑا ہو 16

تیسرا: وہ امور جن کے لیے قبلہ کی طرف رخ کرنا ضروری ہے 17

چوتھا: نماز میں خلل کے احکام۔ 18

چوتھا مقدمہ: نمازی کے لباس 18

پانچواں مقدمہ: نمازی کے مکان 22

(ان جگھوں پر) نماز پڑھنا مکروہ ہے: 23

چھٹا مقدمہ: اس کے بارے میں جس پر سجدہ کیا جا سکتا ہے 24
ساتواں مقدمہ: اذان اور اقامت 25
دوسرا رکن: نماز کے افعال 30
پہلا: نیت 30
دوسرا: تکبیرۃ الاحرام 31
تیسرا: قیام 32
چوتھا: قراءت 33
اور یہاں سات مسائل ہیں: 36
پانچواں: رکوع 37
چھٹا: سجدہ 39
اور سجدے کے واجبات چھ ہیں: 39
تین مسائل: 40
ساتواں: تشہد 41
آٹھواں: سلام 42
خاتمہ: نماز کو باطل کرنے والی چیزیں.....................................43
چار مسائل ہیں: 45
تیسرا رکن: باقی نمازوں 46
پہلی فصل: نمازِ جمعہ کے بیان میں ہے۔ 46
پہلا: نمازِ جمعہ 46
دوسرا: ان افراد کے بارے میں جن پر نمازِ جمعہ واجب ہے 48

نمازِ جمعہ کے آداب 51
دوسری فصل: نمازِ عیدین (عید فطر اور قربان) 52
اور نماز عید کی کیفیت......................................53
اور نماز عید کی سنتیں......................................53
پانچ مسائل ہیں 54
تیسری فصل: نمازِ کسوف (آیات) 55
پہلا: نمازِ آیات کے اسباب 55
دوسرا: نمازِ آیات کا طریقۂ ادا......................................55
نمازِ آیات کے مستحبات 56
نمازِ آیات کے احکام......................................56
چوتھی فصل: نمازِ میت 56
پانچ مسئلے: 59
پانچویں فصل: مستحب نمازیں......................................60
چوتھا رکن: اور اس میں چند فصلیں ہیں 64
پہلی فصل: نماز میں واقع ہونے والے خلل کے بیان میں ہے۔ 64
جہاں تک عمد کا تعلق ہے: 64
فروع: 64
اور جہاں تک سہو کا تعلق ہے: 65
اور اگر کسی ایسے واجب میں خلل واقع ہو جو رکن نہ ہو، 66
نماز میں شک کے مسائل 67

اور احتیاط کے چار مسائل ہیں:.......................68

نماز میں شک کے بارے میں پانچ نکات:.......................69

خاتمہ:.......................70

دو سجدۂ سہو.......................70

سجدہ سہو کا محل:.......................70

دوسری فصل: نماز کی قضا.......................70

نماز قضا ہونے کے اسباب:.......................71

نماز کی قضا.......................71

نمازِ قضا سے متعلق مسائل.......................73

تیسری فصل: جماعت.......................74

پہلا پہلو: تمام فرض نمازوں میں جماعت مستحب ہے.......................74

دوسرا پہلو: امامِ جماعت میں یہ شرائط ہونی چاہییں.......................77

تیسرا پہلو: نمازِ جماعت کے احکام.......................78

خاتمہ: مساجد سے متعلق احکام.......................80

تین مسائل:.......................82

چوتھی فصل: نمازِ خوف اور نماز تعاقب.......................83

نمازِ خوف کی شرائط.......................83

نمازِ خوف کا طریقۂ ادا.......................83

نمازِ خوف کے احکام.......................84

نمازِ مطاردہ یا شدید خوف کی حالت کی نماز.......................84

فروعات: 85

پانچویں فصل: مسافر کی نماز 85

سفر میں نماز قصر پڑھنا...89

نمازِ قصر کے احکام سے متعلق سات مسائل 89

کتابِ نماز [1]

اور نماز کا علم چار ارکان کے بیان کا تقاضا کرتا ہے:

پہلا رکن: نماز کے مقدمات [2]

اور وہ سات ہیں:

پہلی مقدمہ: نمازوں کی تعداد کے بارے میں

اور ان میں سے فرض نمازیں نو ہیں:

یومیہ نمازیں، اور جمعہ، اور دونوں عیدوں کی نمازیں، سورج اور چاند گرہن کی نماز، اور زلزلہ، اور آیات، اور طواف، اور نمازِ میت، اور وہ نمازیں جنہیں انسان نذر، اور اس جیسی کسی چیز کے ذریعے اپنے اوپر لازم کرلیتاہے، اور اس کے علاوہ باقی سنت (مستحب) ہیں۔

یومیہ پانچ وقت کی نمازیں

اور وہ یہ ہیں: حضَر [3] (گھر) میں سترہ (17) رکعتیں، صبح (کی) دو رکعت، اور مغرب (کی) تین رکعت، اور باقی (نمازوں میں) ہر ایک چار رکعت ہے، اور سفر میں ہر چار رکعت والی نماز سے دو رکعتیں ساقط ہو جاتی ہیں۔

---

[1] - کتابِ نماز چند بنیادی اصولوں پر مشتمل ہے، جن میں: نماز کے مقدمات، نماز کے افعال، نماز کے مبطلات، دیگر نمازیں (غیر یومیہ اور نوافل)، نماز کے شکیات، نمازِ قضا، نمازِ جماعت، نمازِ خوف و مطاردہ، اور نمازِ مسافر شامل ہیں۔(احکام الشریعہ بین السائل والمجیب، جلد دوم، کتاب الصلاۃ، ص ۷)

[2] - نماز کے مقدمات سات ہیں: نمازوں کی تعداد، نمازوں کے اوقات، قبلہ، نمازی کا لباس، نماز کی جگہ، وہ چیزیں جن پر سجدہ صحیح ہے، اور اذان و اقامت۔(احکام الشریعہ بین السائل والمجیب، جلد دوم، کتاب الصلاۃ، ص ۸)

[3] - وطن یا وہ جگہ جس پر وطن کا حکم جاری ہوتا ہو۔ (مترجم)

یومیہ نمازوں کے نوافل

اور حضَر (گھر) میں نوافل نمازیں چونتیس (34) رکعت ہیں.[1] ظہر سے پہلے آٹھ رکعت، اور عصر سے پہلے آٹھ رکعت، اور مغرب کے بعد چار رکعت، اور عشاء کے بعد بیٹھ کر دو رکعتیں جو ایک رکعت شمار ہوتی ہے، اور نمازِ شب گیارہ رکعت ہے (چار دو رکعتی نمازیں نافلہ شب اور دو رکعت شفع اور ایک رکعت وتر) اور فجر کے فرض سے پہلے دو رکعتیں ہیں۔ اور سفر میں ظہر اور عصر کے نوافل ساقط ہو جاتے ہیں، البتہ وتیرہ ساقط نہیں ہوتی۔ اور تمام نوافل دو رکعت ہیں جن کے بعد تشہد اور سلام ہوتا ہے، سوائے ان کے جن کے بارے میں نص وارد ہوئی ہے کہ وہ دو سے زیادہ ایک سلام کے ساتھ ہیں یا اس سے کم ہیں، جیسے وتر اور نمازِ اعرابی۔[2]

اور باقی نمازوں کی تفصیل ہم ان کے مقامات پر ان شاء اللہ تعالیٰ بیان کریں گے۔

دوسری مقدمہ: نمازوں کے اوقات

بحث اوقات کی مقداروں اور ان کے احکام کے بارے میں ہے۔

---

[1] - امام عسکری (ع) نے فرمایا: «مؤمن کی پانچ نشانیاں ہیں: اکیاون (51) رکعت نماز، زیارتِ اربعین، دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہننا، پیشانی کو مٹی پر رکھ کر سجدہ کرنا، اور بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کو بلند آواز سے پڑھنا۔» وسائل الشیعہ، ج14، ص478۔ (احکام الشریعہ بین السائل والمجیب، جلد دوم، کتاب الصلاۃ، ص9)

[2] - روایت ہے کہ ایک بدوی اعرابی رسول اللہ (ص) کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: "یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، ہم اس بیابان میں مدینہ سے دور رہتے ہیں، اس لیے ہر جمعہ آپ کی خدمت میں حاضر نہیں ہو سکتے۔ مجھے ایسا عمل سکھا دیجیے جس میں نمازِ جمعہ کی فضیلت ہو، تاکہ جب میں اپنے اہل و عیال کے پاس واپس جاؤں تو انہیں بھی اس کی خبر دوں۔" رسول اللہ (ص) نے فرمایا: "جب دن چڑھ جائے تو دو رکعت نماز پڑھو۔ پہلی رکعت میں ایک مرتبہ سورۂ حمد اور 7 مرتبہ سورۂ فلق پڑھو، اور دوسری رکعت میں ایک مرتبہ سورۂ حمد اور 7 مرتبہ سورۂ ناس پڑھو۔ پھر جب سلام پھیر لو تو 7 مرتبہ آیۃ الکرسی پڑھو۔ اس کے بعد کھڑے ہو کر 8 رکعت نماز دو دو رکعت کر کے ادا کرو۔ ان میں سے ہر رکعت میں ایک مرتبہ سورۂ حمد، 25 مرتبہ سورۂ نصر، اور 25 مرتبہ سورۂ توحید پڑھو۔ پھر جب نماز سے فارغ ہو جاؤ تو 70 مرتبہ کہو: «سُبْحَانَ رَبِّ الْعَرْشِ الْكَرِيمِ، وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ»۔ اس ذات کی قسم جس نے مجھے نبوت کے ساتھ مبعوث فرمایا، جو بھی مؤمن مرد یا عورت جمعہ کے دن یہ نماز ادا کرے گا، میں اس کے لیے جنت کا ضامن ہوں، اور وہ اپنی جگہ سے اٹھنے سے پہلے اس کے اور اس کے والدین کے گناہ بخش دیے جائیں گے۔" وسائل الشیعۃ (آل البیت)، ج7، ص369۔ (احکام الشریعہ بین السائل والمجیب، جلد دوم، کتاب الصلاۃ، ص10)

یومیہ واجب نمازوں کے اوقات:

پہلی بات یہ ہے کہ نمازِ ظہر اور عصر کا وقت سورج کے زوال سے لے کر اس کے غروب تک ہے، اور نمازِ ظہر کا مخصوص وقت زوال کے آغاز سے لے کر اس کے ادا کرنے کی مقدار تک[1] ہوتا ہے۔

نمازِ عصر کا مخصوص وقت اس کے ادا کرنے کی مقدار کے برابر غروب تک ہے، اور ان دونوں کے درمیان کا وقت مشترک ہے۔ اور اسی طرح جب سورج غروب ہو جائے تو مغرب کا وقت داخل ہو جاتا ہے، اور وہ ا اپنے ابتدائی حصے میں بقدر تین رکعت کے ساتھ مخصوص ہے، پھر عشاء اس کے ساتھ شریک ہو جاتی ہے، یہاں تک کہ اختیار رکھنے والے کے لیے نصف شب تک، اور مضطر کے لیے طلوعِ فجر تک۔ اور نمازِ عشاء کا مخصوص وقت آخر وقت سے چار رکعت پڑھنے کی مقدار تک ہوتا ہے۔[2] اور دوسری فجر- جو افق میں پھیلتی ہے- کے طلوع سے لے کر سورج کے طلوع ہونے تک صبح کا وقت ہے۔[3]

زوالِ آفتاب اس وقت معلوم ہوتا ہے جب شاخص کا سایہ اپنی کم ترین حد تک پہنچنے کے بعد بڑھنا شروع ہو جائے۔ اور غروب سورج کے قرص کے غائب ہو جانے کے وقت ہوتا ہے، لیکن بہتر ہے کہ مشرق کی سمت سے افق کی سرخی کے ختم ہونے کا انتظار کیا جائے تا کہ سورج کے غائب ہونے کا اطمینان حاصل ہو جائے۔ اور

---

[1] ۔یعنی حضر میں 4 رکعت، اور سفر میں 2 رکعت ادا کرنا۔ (مترجم)

[2] ۔ شرعی آدھی رات، غروب اور طلوعِ فجر (اذانِ صبح) کے درمیان کے وقت کا درمیانی حصہ ہے۔ مثال کے طور پر اگر غروب شام 6 بجے ہو اور اذانِ صبح 5 بجے ہو، تو ان دونوں کے درمیان 11 گھنٹے کا فاصلہ ہے۔ اس کا نصف، یعنی 5 گھنٹے اور 30 منٹ، غروب کے وقت میں شامل کیا جائے گا (6 + 5:30)۔ اس طرح شرعی آدھی رات 11:30 بجے ہوگی۔ اگر کوئی شخص حالتِ اختیار میں ہو، تو اس کے لیے نمازِ عشاء کا مخصوص وقت شرعی آدھی رات تک، صرف ایک نمازِ عشاء ادا کرنے کی مقدار ہے۔ لیکن اگر وہ حالتِ اضطرار میں ہو، تو طلوعِ فجر تک نمازِ عشاء ادا کر سکتا ہے، اور اس کے لیے نمازِ عشاء کا مخصوص وقت طلوعِ فجر سے پہلے، ایک نمازِ عشاء ادا کرنے کی مقدار ہے۔ (احکام الشریعہ بین السائل والمجیب، جلد 2، کتاب الصلاۃ، ص 14)

[3] ۔ دوسری فجر وہ ہے جو افق میں پھیل جاتا ہے اور افق کے ساتھ متصل ہوتا ہے۔ اسے فجرِ صادق بھی کہا جاتا ہے، کیونکہ جو شخص اسے دیکھتا ہے وہ جان لیتا ہے کہ اس کے بعد صبح ہو جائے گی۔ لیکن فجرِ اول ایسا نہیں ہوتا، بلکہ وہ ایک ایسی روشنی ہے جو آسمان میں اوپر کی طرف نمودار ہوتی ہے، مگر افق سے متصل نہیں ہوتی۔ اسے فجرِ کاذب کہا جاتا ہے، کیونکہ اس کے بعد دوبارہ تاریکی لوٹ آتی ہے۔ فجرِ صادق کی پہچان کے لیے ترتیب کے ساتھ درج ذیل تین طریقوں میں سے کسی ایک پر عمل کیا جائے: اگر ممکن ہو تو افق میں مسلسل اور متصل طور پر پھیلنے والی روشنی سے معلوم کیا جائے کہ فجرِ صادق طلوع ہو چکی ہے۔ اگر یہ ممکن نہ ہو، تو جب سورج افق سے 19 درجے نیچے ہو، اس وقت کو فجر کا وقت شمار کیا جائے۔ اگر یہ طریقہ بھی ممکن نہ ہو، تو طلوعِ سورج سے 90 منٹ پہلے کا وقت، فجرِ صادق کا وقت ہوگا۔ (احکام الشریعہ بین السائل والمجیب، جلد دوم، کتاب الصلاۃ، ص 14)

بہترین اعمال میں سے نماز کو اس کے اول وقت میں ادا کرنا ہے، اور نمازِ عشاء کو تاخیر سے ادا کرنا افضل ہے یہاں تک کہ مغربی سرخی ختم ہو جائے، اور نمازِ عصر کو دن کے طویل و قصیر ہونے کے اعتبار سے سورج کے زوال کے ایک یا دو گھنٹے کے بعد ادا کرنا افضل ہے۔

یومیہ نوافل نمازوں کے اوقات:

نافلۂ ظہر کا وقت زوال کے وقت سے لیکر آدھے گھنٹے تک ہے، اور نافلۂ عصر کا وقت دن کی طوالت کے اعتبار سے (اذانِ ظہر کے بعد) ڈیڑھ گھنٹہ یا ڈھائی گھنٹہ ہے۔ پس اگر وقت نکل جائے، اور کوئی نفل میں مشغول ہو چکا ہو اگرچہ ایک رکعت ہی پڑھی ہو، تو نافلہ کو مختصر ترین صورت میں مکمل کرے (، پھر اس کے بعد اپنی واجب نماز ادا کرے؛) اور اگر اس نے کچھ بھی نہ پڑھا ہو تو پہلے فرض شروع کرے گا پھر اس کے بعد نفل کو پڑھے گا۔ اور جمعہ کے دن کے سوا زوال سے پہلے نافلہ کا ادا کرنا جائز نہیں۔ اور جمعہ کے نوافل میں چار رکعت کا اضافہ کیا جاتا ہے، جن میں سے دو زوال کے لیے ہیں۔

اور نافلۂ مغرب کا وقت، مغرب کی نماز کے بعد فریضہ ادا کرنے کی مقدار کے برابر مغربی سرخی کے ختم ہونے تک ہے۔[1] پس اگر نمازی اس حد تک پہنچ جائے، اور اس نے نافلہ بالکل نہ پڑھے ہوں تو وہ سب چھوڑ کر پہلے فریضہ شروع کرے۔ اور نافلۂ عشاء (وُتَیرہ)، عشاء کے بعد بیٹھ کر دو رکعت ہیں، اور عشاء کی نافلہ کا وقت فریضہ کے وقت کے پھیلانے کے ساتھ پھیل جاتا ہے، اور مناسب ہے کہ نمازی ان دو رکعتوں کو اپنے نوافل کا خاتمہ بنائے۔

اور نمازِ شب آدھی رات کے بعد ہے، اور جتنا فجر کے قریب ہو وہ اتنا ہی افضل ہے۔ اور آدھی رات سے پہلے اس کا ادا کرنا جائز نہیں، مگر اس مسافر کے لیے جو رات کے سفر کی وجہ سے اسے آدھی رات کے بعد نہیں پڑھ سکتا، یا اس جوان کے لیے جو گہری نیند کی وجہ سے وقت پر بیدار نہیں ہو سکتا، اگرچہ نماز شب کی قضا کرنا افضل ہے، اور نمازِ شب کے نافلہ کا آخری وقت فجرِ ثانی کا طلوع ہونا (اذانِ صبح) ہے۔

---

[1] - مثلاً اگر افق کی سرخی 19:00 بجے ختم ہوتی ہو اور نمازِ عشاء پڑھنے میں 5 منٹ لگتے ہوں، تو اس صورت میں نمازِ مغرب ادا کرنے کے بعد 18:55 تک نمازِ مغرب کی نافلہ ادا کرنے کا وقت ہے۔ (احکام الشریعہ بین السائل والمجیب، جلد دوم، کتاب الصلاۃ، ص 17)

پس اگر فجر ثانی طلوع ہو جائے اور وہ نماز شب میں سے چار رکعتوں میں مشغول نہ ہوا ہو تو وہ فریضہ سے پہلے فجر کی دو رکعتیں (نافلہ فجر) شروع کرے یہاں تک کہ مشرقی سرخی طلوع ہو جائے، پھر وہ فریضہ میں مشغول ہو جائے۔ اور اگر وہ چار رکعتوں میں مشغول ہو چکا ہو تو انہیں مختصر کر کے مکمل کرے، اگرچہ فجر طلوع ہو جائے۔ اور فجر کی دو رکعتوں (نافلہ فجر) کا وقت فجرِ اول (کاذب) کے طلوع کے بعد ہے، اور اس سے پہلے بھی نمازی کا انہیں پڑھنا جائز ہے، لیکن بہتر یہ ہے کہ وہ ان دو رکعتوں (نافلہ فجر) کو اس (فجر اول) کے بعد دوبارہ پڑھے، اور ان دو رکعتوں (نافلہ فجر) کا وقت سرخی کے طلوع تک[1] رہتا ہے، پھر اس کے بعد فریضہ (نماز فجر) اولیٰ ہو جاتا ہے۔[2]

اور پانچوں فریضہ نمازوں (یومیہ نمازوں) کی قضاء اور دیگر واجب نمازوں کو ہر وقت پڑھنا جائز ہے جب تک حاضر فریضہ کا وقت تنگ نہ ہو جائے، اسی طرح باقی فرض نمازیں بھی ادا کی جاسکتی ہیں، اور نوافل اور ان کی قضا کو بھی ہر وقت پڑھ سکتا ہے جب تک کسی فریضہ کا وقت داخل نہ ہو جائے۔

نماز کے وقت کے احکام:

اس میں 8 مسائل ہیں:

پہلا: اگر نماز سے مانع ہونے والے عذروں میں سے کوئی عذر پیدا ہو جائے، جیسے جنون یا حیض، اور اس وقت پیش آ جائے جب وقت میں طہارت حاصل کرنے، اور فریضہ ادا کرنے کی مقدار گزر چکی ہو، تو اس پر اس نماز کی قضاء واجب ہو گی، اور اگر وقت اس سے کم وقت گزرا ہو تو قضاء ساقط ہو جائے گی۔ اور اگر مانع زائل ہو جائے، تو اگر وہ طہارت حاصل کرنے، اور نماز فریضہ کی ایک رکعت ادا کرنے کی مقدار وقت پا لے، تو اس پر اس کا ادا کرنا لازم ہو گا، اور وہ ادا شمار ہو گی، اور اگر اس نے کوتاہی کی[3] تو اس کی قضاء کرے گا۔

---

[1] - افق کے مشرقی حصے میں طلوعِ سورج سے پہلے ظاہر ہونے والی سرخی کو حمرۂ مشرقیہ کہا جاتا ہے۔ (احکام الشریعہ بین السائل والمجیب، جلد دوم، کتاب الصلاۃ، ص 18)

[2] - اگر حمرۂ مشرقیہ طلوع ہو جائے تو پہلے نمازِ فریضہ ادا کرے، پھر اگر ابھی سورج طلوع نہ ہوا ہو تو نافلہ ادا کی نیت سے پڑھے، اور اگر سورج طلوع ہو چکا ہو اور نافلہ پڑھنا چاہے تو قضا کی نیت سے پڑھے۔ (احکام الشریعہ بین السائل والمجیب، جلد دوم، کتاب الصلاۃ، ص 18)

[3] - یعنی نماز کو اتنی جلدی نہ پڑھے کہ وقت ختم ہو جائے۔ (مترجم)

اور اگر غروب سے پہلے (نمازِ ظہر اور عصر کے لیے) یا طلوع فجر سے پہلے (نمازِ مغرب اور عشا کے لیے) اس کا عذر زائل ہو جائے اور دو فرض نمازوں میں سے صرف ایک نماز کی مقدار وقت پا لے تو صرف اسی ایک نماز کا ادا کرنا[1] اس پر لازم ہو گا، اس کے علاوہ کچھ نہیں، اور اگر غروب سے پہلے طہارت حاصل کرنے، اور پانچ رکعتیں ادا کرنے کی مقدار وقت پا لے، تو اس پر دونوں فرض نمازیں (نماز ظہر اور عصر) لازم ہوں گی۔[2]

دوسرا: وہ بچہ جو وقت کی نماز بطورِ نفل ادا کر رہا ہو، پھر وہ ایسے طریقے سے بالغ ہو جائے جو طہارت کو باطل نہ کرے، اور وقت باقی ہو، تو وہ از سر نو شروع کرے گا، اور اگر وقت میں ایک رکعت سے کم باقی ہو تو اپنی نفل نماز پر بنا رکھے گا، اور وہ فرض کی نیت کی تجدید نہیں کرے گا۔

تیسرا: اگر اس کے پاس وقت کے علم تک پہنچنے کا کوئی ذریعہ ہو تو اس کے لیے گمان پر اعتماد کرنا جائز نہیں ہو گا، اور اگر علم میسر نہ ہو تو اجتہاد و کوشش کرے، پس اگر اس کے گمان میں وقت کے داخل ہونے کا غلبہ ہو تو وہ نماز ادا کرے، پھر اگر وقت کے داخل ہونے سے پہلے اس پر گمان کے فاسد ہونے ظاہر ہو جائے تو از سر نو شروع کرے گا، اور اگر وقت داخل ہو چکا ہو، وہ نماز میں مشغول ہو، اگرچہ سلام سے پہلے ہی کیوں نہ ہو، تو وہ نماز کو دوبارہ نہیں پڑھے گا۔ اور اگر اس نے وقت سے پہلے جان بوجھ کر، یا جہالت میں، یا بھول کر نماز ادا کی تو اس کی نماز باطل ہے۔[3]

چوتھا: روزانہ کی واجب نمازوں کی قضا میں ایک ہی دن کی نمازوں کے درمیان ترتیب کا لحاظ رکھنا ضروری ہے، پس اگر وہ کسی فرض نماز میں داخل ہو جائے، اور اسے یاد آئے کہ اسی دن کی اس سے پہلے والی نماز اس کے

---

[1] - یعنی صرف نمازِ عصر پڑھے، یا اگر طلوعِ فجر سے پہلے ہو تو صرف نمازِ عشاء پڑھے۔ (مترجم، احکام الشریعہ بین السائل والمجیب، جلد دوم، کتاب الصلاۃ، ص 21)

[2] -اگر طلوعِ فجر سے پہلے ہو اور اس کے پاس طہارت حاصل کرنے اور 4 رکعتیں ادا کرنے کی مقدار وقت ہو، تو پھر بھی اس پر دونوں نمازیں (مغرب اور عشاء) پڑھنا لازم ہو گا۔ (مترجم، احکام الشریعہ بین السائل والمجیب، جلد دوم، کتاب الصلاۃ، ص 21)

[3] - اگر اذان سن کر نماز پڑھ لے، پھر بعد میں معلوم ہو کہ ابھی وقت داخل نہیں ہوا تھا، تو اس پر لازم ہے کہ نماز دوبارہ پڑھے۔ (مترجم، احکام الشریعہ بین السائل والمجیب، جلد دوم، کتاب الصلاۃ، ص 22)

ذمہ ہے، تو جب تک نیت کا (عدول) بدلنا ممکن ہو، اپنی نیت کو اس سابقہ نماز کی طرف پھیر دے، ورنہ ترتیب کے مطابق نماز از سر نو شروع کرے گا۔[1]

لیکن دو مختلف دنوں کے اعتبار سے قضاء میں ترتیب شرط نہیں ہے ، پس وہ ایک دن کی نمازِ صبح کی قضا دوسرے دن کی نمازِ ظہر کی قضا سے پہلے ادا کر سکتا ہے۔

پانچواں: ابتدائی نوافل[2] سورج کے طلوع کے وقت، اور اس کے غروب کے وقت، اور اس کے قائم ہونے کے وقت، اور نمازِ صبح کے بعد، اور نمازِ عصر کے بعد مکروہ نہیں ہیں۔

چھٹا: رات کے نوافل میں سے جو فوت ہو جائیں (ادا نہیں کیے)، ان کا فوراً ادا کرنا مستحب ہے اگرچہ دن میں ہوں، اور دن کے نوافل میں سے جو فوت ہو جائیں، ان کا فوراً ادا کرنا مستحب ہے اگرچہ رات میں ہوں، اور ان کے ادا کرنے کے لیے دن کا انتظار نہیں کیا جائے گا۔

ساتواں: ہر نماز کو اس کے اول وقت میں ادا کرنا افضل ہے، سوائے مغرب، اور عشاء کے اس شخص کے لیے جو عرفات سے (مزدلفہ کی طرف) روانہ ہو گیا ہو، کیونکہ ان کو مزدلفہ تک مؤخر کرنا اولیٰ ہے، اگرچہ رات کے چوتھائی حصے تک پہنچ جائے ۔اور نمازِ عشاء کو (مغربی) سرخ شفق[3] کے زائل ہونے تک مؤخر کرنا افضل ہے۔ اور نفل پڑھنے والا ظہر اور عصر کو مؤخر کرے یہاں تک کہ ان دونوں کے نوافل ادا کر لے۔ اور مستحاضہ ظہر اور مغرب کو مؤخر کرے۔[4]

---

1 - مثلاً اگر کوئی شخص نمازِ ظہر پڑھنا شروع کرے اور اسے یاد آ جائے کہ اس نے اسی دن کی نمازِ فجر نہیں پڑھی، تو جب تک وہ تیسری رکعت میں داخل نہ ہوا ہو، اسے اپنی نیت کو نمازِ فجر کی قضا کی طرف عدول کرنے کا اختیار ہے، لیکن تیسری رکعت میں داخل ہونے کے بعد یہ عدول ممکن نہیں رہتا۔ ایسی صورت میں وہ نمازِ ظہر مکمل کرے، پھر نمازِ فجر کی قضا ادا کرے۔ (مترجم، احکام الشریعہ بین السائل والمجیب، جلد دوم، کتاب الصلاۃ، ص 23)

2 - وہ نوافل جن کے لیے کوئی خاص وقت اور کیفیت مقرر نہیں ہوتی اور جو صرف اللہ تعالیٰ کے قرب کے لیے پڑھے جاتے ہیں۔ (احکام الشریعہ بین السائل والمجیب، جلد دوم، کتاب الصلاۃ، ص 23)

3 - شفق حمرۂ مغربیہ وہ سرخی ہے جو غروبِ آفتاب کے بعد مغربی افق میں ظاہر ہوتی ہے۔ (مترجم)

4 - وہ مستحاضہ عورت جس پر غسل واجب ہو، نمازِ ظہر کو اس کے آخری وقت تک مؤخر کرتی ہے تاکہ اسے نمازِ عصر کے ساتھ ایک غسل کے ذریعے جمع کرے، اور اسی طرح نمازِ مغرب کو اس کے آخری وقت تک مؤخر کرتی ہے تاکہ اسے نمازِ عشاء کے ساتھ ایک غسل کے ذریعے جمع کرے۔ (مترجم)

آٹھواں: اگر اسے یہ گمان ہو کہ اس نے ظہر پڑھ لی ہے ،اور وہ عصر میں مشغول ہو جائے، پھر اگر اسے دورانِ نماز یاد آ جائے تو وہ اپنی نیت کو بدل لے گا، اور اگر اسے یاد نہ آئے یہاں تک کہ وہ نماز سے فارغ ہو جائے، تو اگر اس نے ظہر کے اول وقت میں نماز پڑھی ہو تو ظہر پڑھنے کے بعد عصر کو دوبارہ پڑھے گا، اور اگر مشترک وقت میں ہو یا نماز کے دوران وقت داخل ہو جائے تو وہ نماز اس کے لیے کافی ہو جائے گی اور اس کے بعد ظہر ادا کرے گا۔

تیسری مقدمہ: قبلہ

اس کے مباحث یہ ہیں: قبلہ کی سمت، مستقبِل [وہ شخص جس کے لیے قبلہ رخ کھڑا ہونا لازم ہے]، وہ چیزیں جن میں قبلہ رخ ہونا شرط (واجب) ہے، اور قبلہ کے احکام۔

اور اس میں قبلہ، قبلہ رُخ ہونے والا، اس کے لیے واجب امور، اور خلل کے احکام پر نظر کرنا ہے۔

پہلا: قبلہ (کی سمت)

جو شخص مسجد میں ہو اس کے لیے کعبہ قبلہ ہے، اور جو حرم میں ہو اس کے لیے مسجد قبلہ ہے، اور جو حرم سے باہر ہو اس کے لیے حرم قبلہ ہے۔

اور کعبہ کی سمت قبلہ ہے نہ کہ اس کی عمارت، پس اگر عمارت زائل ہو جائے تو اس کی سمت کی طرف نماز پڑھی جائے گی، اسی طرح جو شخص کعبہ سے بلند مقام پر ہو، وہ اسی کی طرف اور اسی کی سمت نماز ادا کرتا ہے اور اگر کوئی کعبہ کے اندر نماز پڑھے تو وہ اس کی دیواروں میں سے جس کی طرف چاہے رخ کرے، اگرچہ کعبہ کے اندر فرض نماز ادا کرنا مکروہ ہے، اور اگر کعبہ کی چھت پر نماز پڑھے تو اپنے سامنے کعبہ کا اتنا حصہ نمایاں رکھے جس کی طرف رخ کر کے وہ نماز پڑھے،[1] اور اسے اپنے سامنے کوئی چیز نصب کرنے کی ضرورت

---

[1] - یعنی کعبہ کی چھت کے کناروں پر اس طرح کھڑے ہو کر نماز نہ پڑھے کہ اس کے سامنے کعبہ کا کوئی حصہ نہ ہو۔ (احکام الشریعہ بین السائل والمجیب، جلد دوم، صلاۃ، ص 25)

نہیں،[1] اور اسی طرح اگر کعبہ کے کھلے ہوئے دروازے کی طرف (رخ کر کے) نماز پڑھے تو بھی یہی حکم ہے۔[2]

اور اگر مسجد میں مقتدیوں کی صف اتنی لمبی ہو جائے کہ ان میں سے بعض کعبہ کی سمت سے باہر نکل جائیں تو ان بعض کی نماز باطل ہو جائے گی۔

اور ہر علاقے کے لوگ اس رکن کی سمت رخ کرتے ہیں جو ان کی طرف واقع ہو، پس اہلِ عراق عراقی رکن کی طرف رخ کرتے ہیں جو حجر کی جانب ہے، اور اہلِ شام شامی رکن کی طرف، اور مغرب والے مغربی رکن کی طرف، اور اہلِ یمن یمانی رکن کی طرف۔

اور اہلِ عراق کا قبلہ جنوب، اور مغرب کے درمیان واقع ہوتا ہے، پس اگر وہ جُدَی ستارے[3] کو پہچان لے تو وہ شمال، اور جنوب کو پہچان لیتا ہے، پھر جب وہ جنوب کی طرف رخ کرے تو قبلہ اس کے دائیں اور اس کے سامنے واقع ہوتا ہے۔

دوسرا: جو شخص قبلہ رخ کھڑا ہو

اور نماز میں قبلہ کی سمت معلوم ہونے کی صورت میں اس کی طرف رخ کرنا واجب ہے، اور اگر اس کی سمت معلوم نہ ہو تو وہ اُن علامتوں پر اعتماد کرے گا جو اسے ظن تک پہنچائیں۔

اور اگر اس نے اجتہاد (کوشش) کیا پھر کسی دوسرے نے اسے اس کے اجتہاد کے خلاف خبر دی تو وہ اسی پر عمل کرے گا جسے وہ زیادہ درست گمان کرے۔ اور اگر اس کے پاس اجتہاد کا کوئی طریقہ نہ ہو، اور کسی کافر نے اسے خبر دی ہو تو اگر وہ اس کی صحت کا گمان رکھتا ہو تو وہ اس کی خبر پر عمل کرے گا۔ اور شہر کے قبلہ پر اعتماد کیا

---

[1] - جیسے اہلِ سنت میں سے بعض کا یہ عقیدہ ہے کہ کعبہ کی چھت پر نماز پڑھتے وقت وہ اپنے سامنے کسی چیز کو قبلہ کے طور پر قرار دیتے ہیں۔ (احکام الشریعہ بین السائل والمجیب، جلد دوم، صلاۃ، ص 25)

[2] - یعنی ضروری نہیں کہ اپنے سامنے کوئی خاص چیز رکھے، بلکہ دروازے سے کچھ فاصلے پر کھڑا ہو جائے۔ (احکام الشریعہ بین السائل والمجیب، جلد دوم، صلاۃ، ص 25)

[3] - جُدی یا دبِ اکبر کا الفا ستارہ، دبِ اصغر کے جھرمٹ میں واقع ایک ستارہ ہے۔ یہ اس وقت زمین کے شمالی نصف کرے میں شمالی قطب کی سمت معلوم کرنے کے لیے قطبی ستارے کے طور پر استعمال ہوتا ہے۔ (مترجم)

جائے گا جب تک یہ معلوم نہ ہو کہ وہ غلطی پر بنایا گیا ہے۔ اور جو شخص اجتہاد پر قادر نہ ہو جیسے نابینا، تو وہ دوسرے پر اعتماد کرے گا۔

اور جو شخص قبلے کی سمت متعین کرنے میں نہ یقین حاصل کر سکے اور نہ ہی غالب گمان تک پہنچ سکے، اگر وقت وسیع ہو تو وہ ایک ہی نماز کو چار سمتوں کی طرف ایک ایک مرتبہ ادا کرے گا، اور اگر وقت تنگ ہو تو جتنی سمتوں کی گنجائش ہو ان کی طرف نماز ادا کرے گا، اور اگر وقت صرف ایک ہی نماز کی گنجائش رکھتا ہو تو وہ جس سمت کی طرف چاہے نماز ادا کرے گا۔

اور مسافر پر قبلہ کی طرف رخ کرنا واجب ہے، اور ضرورت کے وقت اسے اجازت ہے کہ وہ قبلہ کی طرف رخ کر کے کچھ فرائض نمازیں سواری[1] پر ادا کرے، پس اگر وہ اس پر قادر نہ ہو تو اپنی نماز میں جتنا ممکن ہو قبلہ کی طرف رخ کرے، اور جب بھی سواری مڑے تو وہ قبلہ کی طرف مڑ جائے، اور اگر وہ اس کی بھی قادر نہ ہو تو تکبیرۃ الاحرام کے وقت قبلہ کی طرف رخ کرے، اور اگر وہ اس کی بھی قادر نہ ہو تو اس کی نماز درست ہے اگرچہ وہ قبلہ کی طرف رخ نہ ہو۔

اور اسی طرح وہ شخص جو وقت کی تنگی کی وجہ سے چلتے ہوئے نماز پڑھنے پر مجبور ہو، اور اگر سوار اس طرح ہو کہ وہ رکوع، سجدہ، اور نماز کے فرائض ادا کر سکتا ہو تو اس کے لیے اختیاراً بھی سواری پر فرض نماز ادا کرنا جائز ہے۔

تیسرا: وہ امور جن کے لیے قبلہ کی طرف رخ کرنا ضروری ہے

اور قدرت کے ساتھ واجب نمازوں میں قبلہ رخ ہونا واجب ہے، اور اسی طرح جانور کو ذبح کرتے وقت، اور میت کو حالتِ احتضار میں، میت کو دفن کرتے وقت، اور میت پر نماز پڑھتے وقت بھی قبلے کی طرف رخ کرنا واجب ہے۔ اور نوافل کے بارے میں افضل یہ ہے کہ انہیں قبلہ رخ ادا کیا جائے۔ (واجب نہیں ہے).[2] اور سفر ہو یا حضر[3] سواری پر نماز (نافلہ) پڑھنا جائز ہے، اور حضر میں غیر قبلہ کی طرف نماز پڑھنا شدید مکروہ ہے، جب تک کہ قبلہ کی طرف پشت نہ کرے، ورنہ نماز باطل ہو جائے گی۔ اور ہر اس جگہ، جہاں قبلہ رخ ہونا

---

[1] - جیسے گھوڑا، اونٹ، اسی طرح گاڑی، ہوائی جہاز اور نقل و حمل کے دوسرے جدید ذرائع۔ (مترجم)

[2] - البتہ نفل نماز میں قبلے سے پشت پھیرنا جائز نہیں۔ (احکام الشریعہ بین السائل والمجیب جزء دوم، صلاۃ: ص 28)

[3] - وطن یا وہ جگہ جہاں اس نے دس دن قیام کرنے کا ارادہ کیا ہو، یا...

ممکن نہ ہو، وہاں قبلہ رخ ہونے کی فرضیت ساقط ہو جاتی ہے، جیسے خوف یا تعاقب کی حالت میں نماز پڑھنا، اور اس جانور کو ذبح کرتے وقت جو حملہ آور ہو[1] یا گر رہا ہو[2]، اس حالت میں کہ اسے قبلہ کی طرف پھیرنا ممکن نہ ہو۔

چوتھا: نماز میں خلل[3] کے احکام۔

اور اس میں چند مسائل ہیں:

پہلا: نابینا شخص اجتہاد پر قادر نہ ہونے کی وجہ سے دوسرے شخص کی طرف رجوع کرے گا، پس اگر وہ اپنی حاصل کردہ علامت کی بنیاد پر اپنی رائے پر اعتماد کرے اور ایک سمت کی طرف نماز ادا کرے (اگرچہ کوئی دیکھنے والا شخص بھی موجود ہو) تو اس کی نماز درست ہے، ورنہ اس پر اعادہ لازم ہے۔

دوسرا: اگر اس نے کسی سمت کی طرف نماز پڑھی، خواہ غالب گمان کی بنا پر ہو یا وقت کی تنگی کی وجہ سے، پھر اس پر اس کی خطا واضح ہو گئی، تو اگر اس کا انحراف دائیں ،اور بائیں کے درمیان تھا، اور اس نے قبلہ کی طرف پشت نہیں کی تھی تو اس کی نماز صحیح ہے، اور نہ وہ وقت کے اندر، اور نہ وقت کے باہر، نماز کا اعادہ کرے گا۔ اور اگر اس نے قبلہ کی طرف پشت کر لی تھی، تو وہ وقت کے اندر نماز کا اعادہ کرے گا اور وہ وقت کے باہر نماز کا اعادہ نہیں کرے گا۔ اور اگر خلل اس پر نماز ہی کے دوران ظاہر ہو جائے، تو وہ ہر حال میں درست سمت کی طرف ہو جائے گا، اور اس پر نماز کا اعادہ نہیں ہے۔

تیسرا: اگر اس نے ایک نماز کے لیے اجتہاد کیا، پھر دوسری نماز کا وقت داخل ہو گیا، تو اگر اس کے لیے نیا شک پیدا ہو جائے تو وہ از سر نو اجتہاد کرے گا، ورنہ وہ پہلے ہی پر بنا کرے گا۔

چوتھا مقدمہ: نمازی کے لباس

اور اس میں چند (8) مسائل ہیں:

---

[1] - مثلاً ایسا جانور جو پاگل ہو گیا ہو یا کسی ایسی بیماری میں مبتلا ہو جس کی وجہ سے اسے قبلے کی طرف رخ کرنا دشوار ہو۔ (احکام الشریعہ بین السائل والمجیب جزء دوم، صلاۃ: ص 29)

[2] - مثلاً ایسا جانور جو کسی کنویں میں گر گیا ہو۔ (احکام الشریعہ بین السائل والمجیب جزء دوم، صلاۃ: ص 29)

[3] - نماز میں ہونے والی کمی بیشی اور بھول چوک کے احکام (مترجم)

پہلا: مردار کی کھال میں نماز جائز نہیں، اگرچہ وہ اس جانور کی ہو جس کا گوشت کھایا جاتا ہو (حلال گوشت ہو)، چاہے وہ دباغت دی گئی ہو (رنگی گئی ہو)[1] یا نہ دی گئی ہو (نہ رنگی گئی ہو)۔

اور جس جانور کا گوشت نہیں کھایا جاتا (حرام گوشت ہو)، اور وہ اپنی زندگی میں پاک ہو، اور جسے ذبح کرنا صحیح ہو،[2] تو جب اسے ذبح کیا جائے تو وہ پاک ہے، لیکن نماز میں اس کا استعمال جائز نہیں۔ اور نماز کے علاوہ اس کے استعمال کے لیے دباغت (رنگنا) شرط نہیں، لیکن دباغت (رنگنے) سے پہلے اس کا استعمال مکروہ ہے۔

دوسرا: اس جانور کا اون، اور بال، اور روئیں، اور پر جس کا گوشت کھایا جاتا ہے پاک ہیں، چاہے وہ زندہ جانور سے کترے گئے ہوں، یا ذبح شدہ سے، یا مردہ سے، اور ان میں نماز جائز ہے۔ اور اگر وہ مردہ سے نوچے گئے ہوں تو اس کے اتصال کی جگہ کو دھویا جائے گا، اور اسی طرح مردہ کی ہر وہ چیز جس میں زندگی حلول نہیں کرتی،[3] اگر وہ حالتِ زندگی میں پاک ہو تو پاک ہے۔ اور جو چیز حالتِ زندگی میں نجس ہو، تو اس کی تمام اجزاء بھی نجس ہیں، اور ان میں سے کسی چیز میں نماز صحیح نہیں اگر وہ ایسے جانور کی ہو جس کا گوشت نہیں کھایا جاتا، اگرچہ وہ ذبح شدہ ہی سے لی گئی ہو، سوائے خالص خز[4] کے، تو اس میں نماز جائز ہے، اور اس خز میں نماز جائز نہیں جو خرگوش یا لومڑی کی روئیں سے ملا ہوا ہو۔[5]

تیسرا: گلہری کی کھال میں نماز جائز ہے، اور لومڑی، اور لومڑی اور خرگوش کی کھال میں جائز نہیں۔

چوتھا: مردوں کے لیے خالص ریشم پہننا، اور اس میں نماز پڑھنا جائز نہیں، مگر جنگ کی حالت میں، کیونکہ اس حالت میں سینے پر ریشم کا ایک ٹکڑا رکھنا مستحب ہے، اور ضرورت کے وقت جیسے ایسی سردی میں جو اسے

---

[1] - یعنی اسے ایک مخصوص مادّے کے ذریعے نرم کیا جاتا ہے، اس کی رطوبت اور بدبو دور کر دی جاتی ہے، اور اسے استعمال کے لیے تیار کیا جاتا ہے۔ (احکام الشریعہ بین السائل والمجیب، جلد دوم، کتاب الصلاۃ، ص 30)

[2] - جیسے شیر اور چیتا وغیرہ۔ (مترجم)

[3] - جیسے سینگ، دانت وغیرہ۔ (احکام الشریعہ بین السائل والمجیب، جلد دوم، کتاب الصلاۃ، ص 31)

[4] - اوٹر، سمندری اوٹر، سمندری لومڑی اور نیولا کی دباغت کی ہوئی کھال، پاک ہے، اور ان جانوروں کی کھال سے بنی ہوئی خز پہن کر نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں، اگرچہ انہیں شرعی طریقے سے ذبح نہ کیا گیا ہو۔ البتہ اگر خز کھال سمیت پہنی جائے تو نماز اسی صورت میں صحیح ہے جب اس جانور کو شرعی طریقے سے ذبح کیا گیا ہو، اور ان کی شرعی ذبح بھی دوسرے ایسے جانوروں کی طرح ہے جن کا بہنے والا خون ہوتا ہے۔ (احکام الشریعہ بین السائل والمجیب، جلد دوم، کتاب الصلاۃ، ص 31)

[5] - اگر شک ہو کہ کوئی لباس حلال گوشت جانور کے بے جان اجزاء سے بنا ہے یا حرام گوشت جانور کے، تو اس لباس میں نماز پڑھنا جائز نہیں ہے۔ (احکام الشریعہ بین السائل والمجیب، جلد دوم، کتاب الصلاۃ، ص 31)

اتارنے سے مانع ہو۔ اور عورتوں کے لیے مطلقاً جائز ہے۔ اور اسی طرح جن چیزوں میں نماز پوری نہیں ہوتی جیسے تکّہ اور ٹوپی، اس کا پہننا جائز نہیں۔[1] جبکہ اس پر سوار ہونا، اور اسے بچھانا جائز ہے۔ اور ایسے کپڑے میں نماز مکروہ ہے جس میں ریشم کنارے پر لگا ہوا ہو۔ اور اگر اسے کسی ایسی چیز کے ساتھ ملا دیا جائے جس میں نماز جائز ہو یہاں تک کہ وہ خالص نہ رہے، تو اس کا پہننا، اور اس میں نماز پڑھنا جائز ہے، خواہ اس میں ریشم کی مقدار زیادہ ہو یا کم، البتہ جب اس میں ریشم کی مقدار کم ہو تو اس میں نماز مکروہ ہے۔

پانچواں: غصبی کپڑے میں نماز جائز نہیں۔ اور اگر اس کا مالک غاصب یا اس کے علاوہ کسی اور کو استعمال کی اجازت دے، تو اس میں نماز جائز ہے، اگرچہ غصب محقق ہو چکا ہو۔[2] اور اگر اس نے مطلق اجازت دی ہو[3] تو غاصب کے علاوہ کے لیے جائز ہے۔[4]

چھٹا: ایسے جوتے میں نماز جائز نہیں جس کا تلا اس طرح ہو کہ پاؤں کا انگوٹھا ہوا میں معلق رہے، اور زمین پر ٹکا ہوا نہ ہو۔ اور اگر ایسا نا ہو تو جوتے، اور نعلین میں نماز جائز ہے۔

ساتواں: مذکورہ چیزوں کے علاوہ ہر چیز میں نماز صحیح ہے، بشرط یہ کہ وہ مملوک ہو یا اس کی اجازت حاصل ہو، اور پاک ہو، اور ہم نجس کپڑے کا حکم بیان کر چکے ہیں۔[5]

---

[1] - البتہ نماز میں ریشم کو ساتھ رکھنا، اگر وہ لباس کا حصہ نہ ہو، جائز ہے۔ (احکام الشریعہ بین السائل والمجیب، جلد دوم، کتاب الصلاۃ، ص 32)

[2] - مثلاً اگر کوئی شخص کہے: "میں فلاں شخص کو اجازت دیتا ہوں کہ وہ میرے لباس میں نماز پڑھے"، تو اس صورت میں اس شخص کے لیے اس لباس میں نماز پڑھنا جائز ہے، خواہ وہ غاصب ہو یا نہ ہو۔ لیکن اگر وہ مطلق طور پر کہے: "جو چاہے، وہ میرے لباس میں نماز پڑھ سکتا ہے"، تو اس صورت میں جو شخص خود غاصب ہو، اسے اس لباس میں نماز پڑھنے کی اجازت نہیں ہوگی، البتہ دوسرے لوگ اس میں نماز پڑھ سکتے ہیں۔ (احکام الشریعہ بین السائل والمجیب، جلد دوم، کتاب الصلاۃ، ص 33)

[3] - یعنی اگر وہ عام طور پر یہ کہے کہ "جو کوئی میرے لباس میں نماز پڑھے، کوئی حرج نہیں"، تو اس صورت میں اس نے خاص طور پر غاصب کو اجازت نہیں دی ہے۔ (احکام الشریعہ بین السائل والمجیب، جلد دوم، کتاب الصلاۃ، ص 33)

[4] - اگر چھوٹے لباس، جیسے کمر بند یا موزے بھی غصبی ہوں، تب بھی ان کے ساتھ نماز پڑھنا جائز نہیں ہے۔ (احکام الشریعہ بین السائل والمجیب، جلد دوم، کتاب الصلاۃ، ص 33)

[5] - بعض صورتوں میں لباس کی نجاست سے چشم پوشی کی گئی ہے، اور ناپاک لباس میں نماز پڑھنا جائز ہے۔ مثلاً موزوں، بیلٹ اور ایسے لباس میں، جن میں اکیلے نماز پڑھنا جائز نہیں، اگر وہ ناپاک بھی ہوں تو ان میں نماز پڑھنا جائز ہے۔ یا اگر نماز کے دوران بدن سے خون نکل آئے تو اس سے نماز باطل نہیں ہوتی۔ اسی طرح ناپاک لباس سے متعلق بعض دوسرے احکام بھی ہیں جو پہلے بیان ہو چکے ہیں۔ (احکام الشریعہ بین السائل والمجیب، جلد دوم، کتاب الصلاۃ، ص 34)

اور مرد کے لیے ایک ہی کپڑے میں نماز جائز ہے، اور عورت کے لیے دو کپڑوں کے بغیر جائز نہیں: درع، اور خمار جو اس کے پورے جسم کو ڈھانپیں سوائے چہرے ،اور دونوں ہاتھوں، اور قدموں کے ظاہر حصے کے۔[1]

اور مرد کے لیے جائز ہے کہ ننگا نماز پڑھے جب وہ اپنے قبل (اگلے) اور دبر (پچھلے حصے) کو ڈھانپ لے، البتہ اس حالت میں نماز مکروہ ہے۔ اور اگر اسے ان دونوں کو ڈھانپنے کے لیے کپڑا نا ملے تو جو کچھ میسر ہو وہ اس سے انہیں ڈھانپ لے، اگرچہ درخت کے پتوں ہی سے کیوں نہ ہو۔ اور اگر ڈھانپنے کے لیے کچھ بھی نہ ہو تو اگر اسے یہ اطمینان ہو کہ کوئی اسے نہیں دیکھے گا تو وہ کھڑے ہو کر ننگا نماز پڑھے، اور اگر اطمینان نہ ہو تو بیٹھ کر نماز پڑھے، اور دونوں حالتوں میں وہ رکوع، اور سجدہ کے لیے اشارہ کرے گا۔[2]

اور لونڈی، اور نابالغ لڑکی دونوں خمار کے بغیر نماز پڑھیں گی، پھر اگر نماز کے دوران لونڈی آزاد ہو جائے تو اس پر سر ڈھانپنا واجب ہو جائے گا، پھر اگر اس کے لیے زیادہ عمل درکار ہو تو وہ از سر نو نماز پڑھے گی، اور اسی طرح نابالغ لڑکی جب نماز کے دوران ایسے طریقے سے بالغ ہو جائے کہ جس نماز باطل نہ ہو تو اس کا بھی یہی حکم ہے۔[3]

آٹھواں: سفید کپڑوں میں نماز پڑھنا مستحب ہے، اور کالا کپڑوں میں نماز پڑھنا مکروہ نہیں ہے۔

اور مردوں کے لیے ایک باریک کپڑے میں نماز پڑھنا مکروہ ہے، اور اگر وہ اتنا باریک ہو کہ اس کے نیچے کا جسم نمایاں ہو،[4] تو اس میں نماز جائز نہیں ہے۔

---

[1] - اگر کسی عورت کی چادر یا دوپٹے کے نیچے سے نماز کے دوران اس کے کچھ بال باہر آ جائیں، تو وہ اپنے بال ڈھانپ لے اور اپنی نماز جاری رکھے۔ (احکام الشریعہ بین السائل والمجیب، جلد دوم، کتاب الصلاۃ، ص 35)

[2] - یعنی رکوع و سجدہ کرنے کے بجائے سر، ہاتھ، آنکھ یا جسم کے کسی دوسرے عضو سے اشارہ کرے۔ (احکام الشریعہ بین السائل والمجیب، جلد دوم، کتاب الصلاۃ، ص 36)

[3] - جن امور کا یہاں ذکر کیا گیا ہے ان کے علاوہ نماز گزار کے لباس کے دوسرے احکام، جیسے لباس کا پاک ہونا، غصبی نہ ہونا وغیرہ، میں مرد اور عورت دونوں کا حکم ایک ہی ہے۔ (احکام الشریعہ بین السائل والمجیب، جلد دوم، کتاب الصلاۃ، ص 36)

[4] - یعنی اس کی شرم گاہ نمایاں ہو۔ (احکام الشریعہ بین السائل والمجیب، جلد دوم، کتاب الصلاۃ، ص 36)

مکروہ امور

اور نمازی کے لیے قمیص کے اوپر ازار باندھنا، چادر کو اس طرح لپیٹنا کہ ہاتھ باہر نہ نکل سکیں، یا ایسے عمامہ میں نماز پڑھنا جس میں حَنک نہ ہو (شملہ ٹھوڑی کے نیچے نہ ہو)،[1] اور بغیر حَنک کے عمامہ پہننا مطلّقاً مکروہ ہے۔ اور مرد کے لیے منہ ڈھانپنا، اور عورت کے لیے نقاب مکروہ ہے، اور اگر وہ قراءت سے مانع ہو تو حرام ہے۔ اور قباء کو باندھ کر نماز پڑھنا مکروہ ہے مگر جنگ میں جائز ہے۔ اور بغیر رداء کے امامت کرنا، اور کسی نمایاں لوہے کی چیز کو ساتھ رکھنا، اور ایسے کپڑے میں نماز پڑھنا جس کے پہننے والے پر بدگمانی کی جائے مکروہ ہے۔ اور عورت کا اس پازیب میں نماز پڑھنا جس میں آواز ہو مکروہ ہے۔ اور اسی طرح تصویروں والا لباس پہننا[2] اور ایسی انگوٹھی پہننا جس میں تصویر ہو بھی مکروہ ہے۔

پانچواں مقدمہ: نمازی کے مکان

تمام جگہوں میں نماز جائز ہے، بشرطیکہ وہ مملوک ہوں یا ان میں نماز پڑھنے کی اجازت ہو۔

اور اجازت کبھی عوض کے بدلے ہوتی ہے جیسے کرایہ اور اس جیسی دوسری چیزیں، اور کبھی صرف اجازت دینے کی صورت میں ہوتی ہے، اور یہ اجازت یا تو صراحتاً ہوتی ہے جیسے وہ کہے: تم اس میں نماز پڑھو، یا دلالت کے ذریعے، جیسے کسی کو اس جگہ رہنے کی اجازت دے،[3] یا حالات و قرائن سے معلوم ہو، جیسے کوئی ایسی علامت موجود ہو جو اس بات پر دلالت کرے کہ مالک کو اس پر کوئی اعتراض نہیں۔

غصبی جگہ میں نہ غاصب کے لیے نماز صحیح ہے اور نہ اس شخص کے لیے جو غصب کو جانتا ہو۔ پس اگر اس نے جان بوجھ کر، اور علم کے ساتھ نماز پڑھی تو اس کی نماز باطل ہے، اور اگر وہ بھول گیا ہو یا غصب ہونے سے جاہل ہو تو اس کی نماز صحیح ہے، اور اگر وہ غصب کی حرمت سے جاہل ہو تو معذور نہیں ہوگا۔

---

[1] - پگڑی (عمامہ) کا ایک سرا کھول کر اسے ایک طرف سے ٹھوڑی کے نیچے سے گزارا جاتا ہے، پھر دوسری طرف کندھے پر ڈال دیا جاتا ہے۔ (احکام الشریعہ بین السائل والمجیب، جلد دوم، کتاب الصلاۃ، ص 37)

[2] - اس سے مراد انسان یا جانور کی تصویر ہے۔ (احکام الشریعہ بین السائل والمجیب، جلد دوم، کتاب الصلاۃ، ص 38)

[3] - مثلاً اگر مالک کسی کو رات کے وقت وہاں ٹھہرنے کی اجازت دے، تو لازماً اسے وہاں نماز پڑھنے کی بھی اجازت ہوگی۔ (احکام الشریعہ بین السائل والمجیب، جلد دوم، کتاب الصلاۃ، ص 38)

اور اگر وقت تنگ ہو، اور وہ نکلنے میں مشغول ہو تو اس کی نماز صحیح ہے، [1] اور اگر اس نے نماز پڑھ لی، اور نکلنے میں مشغول نہ ہوا تو اس کی نماز صحیح نہیں۔

اور اگر وہ کسی کے ملک میں اس کی اجازت سے داخل ہوا پھر مالک نے اسے نکلنے کا حکم دیا تو اس پر نکلنا واجب ہے، اور اگر وہ اس حالت میں نماز پڑھی تو اس کی نماز باطل ہے، اور اگر وقت تنگ ہو تو وہ نکلتے ہوئے نماز پڑھے گا۔

اور جائز نہیں کہ کوئی مرد نماز پڑھے ،اور اس کے پہلو میں یا اس کے سامنے کوئی عورت نماز پڑھ رہی ہو، خواہ وہ اس کے ساتھ نماز پڑھ رہی ہو یا اکیلی ہو، اور خواہ وہ محرم ہو یا غیر محرم۔ اور یہ حرمت اس وقت زائل ہو جاتی ہے جب ان کے درمیان کوئی حائل ہو یا دس ہاتھ کا فاصلہ ہو۔ اور اگر عورت اس کے پیچھے ہو اس قدر ہو کہ اس کے سجدے کی جگہ اس کے قدم کے برابر ہو جائے تو ممانعت ساقط ہو جاتی ہے۔ اور اگر وہ دونوں ایسی جگہ ہوں جہاں ایک دوسرے سے دور ہونا ممکن نہ ہو تو پہلے مرد نماز پڑھے گا، پھر اس کے بعد عورت نماز پڑھے گی۔

اور نجس جگہ میں نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں، بشرط یہ کہ اس کی نجاست اس کے کپڑے یا اس کے بدن تک نہ پہنچے، اور پیشانی رکھنے کی جگہ پاک ہو۔

(ان جگہوں پر) نماز پڑھنا مکروہ ہے: [2]

حمام میں، [3] اور بیت الخلاء میں، اور اونٹوں کے بیٹھنے کی جگہوں میں، اور چیونٹیوں کے بلوں میں، [4] اور پانی کے بہاؤ کی جگہوں میں، اور کھاری زمین پر، اور برف پر، اور قبروں کے درمیان، مگر یہ کہ درمیان میں کوئی

---

[1] - نماز پڑھتے ہوئے باہر نکلنے کی صورت یہ ہے کہ جہاں تک ممکن ہو قبلہ رخ کھڑا ہو کر رکوع اور سجدہ ادا کرے، اور اگر ایسا ممکن نہ ہو تو قبلہ رخ ہونا ضروری نہیں، اور رکوع و سجدہ بھی اشارے سے ادا کرے۔ (احکام الشریعہ بین السائل والمجیب، جلد دوم، کتاب الصلاۃ، ص 39)

[2] - مکروہ ہونے کے جتنے موارد بیان کیے گئے ہیں، وہ سب واجب نمازوں اور مستحب نمازوں (نوافل) دونوں پر لاگو ہوتے ہیں۔ (احکام الشریعہ بین السائل والمجیب، جلد دوم، کتاب الصلاۃ، ص 41)

[3] - اس سے مراد غسل کرنے کی جگہ ہے۔ (احکام الشریعہ بین السائل والمجیب، جلد دوم، کتاب الصلاۃ، ص 41)

[4] - اس سے مراد ایسی زمین ہے جہاں چیونٹیوں کے بہت سے بل اور گھونسلے ہوں۔ (احکام الشریعہ بین السائل والمجیب، جلد دوم، کتاب الصلاۃ، ص 41)

حائل ہوا گرچہ عنزہ (لمبی لکڑی) ہی کیوں نہ ہو، یا اس کے اور قبروں کے درمیان دس ہاتھ کا فاصلہ ہو۔ اور آگ کے گھروں (آگ کی عبادت کرنے معابد) میں، اور شراب کے گھروں میں جب تک اس کی نجاست اس تک نہ پہنچے، اور راستوں کے بیچ میں، اور مجوسیوں کے گھروں میں، جبکہ یہودیوں، اور عیسائیوں کی عبادت گاہوں میں کوئی حرج نہیں۔

اور مکروہ ہے: کہ نمازی کے سامنے جلتی ہوئی آگ ہو، یا تصویریں ہوں۔ اور جس طرح کعبہ کے اندر فرض نماز مکروہ ہے، اسی طرح اس کی چھت پر بھی مکروہ ہے۔ اور گھوڑوں، اور گدھوں اور خچروں کے باندھنے کی جگہوں میں نماز مکروہ ہے، جبکہ بھیڑوں کے باڑے میں کوئی حرج نہیں۔ اور ایسے گھر میں نماز مکروہ ہے جس میں کوئی مجوسی ہو، جبکہ یہودی، اور نصرانی کے گھر میں کوئی حرج نہیں۔ اور نماز مکروہ ہے جب اس کے سامنے کھلا ہوا مصحف ہو، یا ایسی دیوار کی طرف نماز پڑھے جس سے گندے گڑھے کی رطوبت رس رہی ہو جس میں پیشاب کیا جاتا ہے، اور کسی انسان کے سامنے رخ کر کے نماز پڑھنا مکروہ ہے، مگر یہ کہ وہ لوگوں پر حجت ہو جیسے امام (علیہ السلام)،[1] یا سامنے کھلا ہوا دروازہ ہو۔

چھٹا مقدمہ: اس کے بارے میں جس پر سجدہ کیا جا سکتا ہے

ایسی چیز پر سجدہ جائز نہیں جو زمین نہ ہو، جیسے کھالیں، اور اون، اور بال اور روئیں، اور نہ ہی زمین کی ان چیزوں پر سجدہ جائز ہے جو معدنی ہوں، جیسے نمک، اور عقیق، اور سونا، اور چاندی اور قیر، مگر ضرورت کے وقت۔[2] اور نہ ہی زمین سے اگنے والی اس چیز پر سجدہ جائز ہے جو کھائی جاتی ہو،[3] جیسے روٹی، اور پھل، یا جو پہنی جاتی ہو، جیسے کپاس، اور کتان۔ اور کیچڑ پر سجدہ جائز نہیں، پس اگر وہ مجبور ہو جائے تو اشارے سے سجدہ کرے۔

---

[1] - معصومین (ع) کی قبر کی طرف پیٹھ کر کے کھڑا ہونا بھی جائز نہیں ہے۔ (احکام الشریعہ بین السائل والمجیب، جلد دوم، کتاب الصلاۃ، ص 39)

[2] - اگر ٹائل یا سیرامک میں پتھر کے ذرات نمایاں ہوں، تو اس پر سجدہ کرنا صحیح ہے۔ (احکام الشریعہ بین السائل والمجیب، جلد دوم، کتاب الصلاۃ، ص 42)

[3] - البتہ ایسے پودوں پر سجدہ کرنا جائز ہے جنہیں جانور کھاتے ہیں۔ (احکام الشریعہ بین السائل والمجیب، جلد دوم، کتاب الصلاۃ، ص 42)

اور کاغذ پر سجدہ جائز ہے،[1] اور اگر اس پر لکھا ہوا ہو تو مکروہ ہے۔ اور اپنے بدن کے کسی حصے پر سجدہ نہیں کرے گا، پس اگر گرمی اسے زمین پر سجدہ کرنے سے روکے تو وہ اپنے کپڑے پر سجدہ کرے گا، اور اگر اس کی بھی قدرت نہ ہو تو پھر وہ اپنی ہتھیلی پر سجدہ کرے۔

اور جو کچھ ہم نے بیان کیا ہے وہ خاص طور پر پیشانی رکھنے کی جگہ کے اعتبار سے ہے، باقی سجدہ کے اعضاء کے لیے نہیں۔ اور اس میں یہ شرط ملحوظ رکھی جائے گی کہ وہ چیز ملکیت میں ہو یا اس کی اجازت ہو، اور نجاست سے پاک ہو۔ اور اگر نجاست کسی محدود جگہ میں ہو، جیسے گھر وغیرہ، اور وہ نجاست کی جگہ معلوم نہ ہو تو وہ اس میں کسی چیز پر سجدہ نہ کرے۔ اور کشادہ مقامات میں مشقت کو ختم کرنے کے لیے سجدہ جائز ہے۔[2]

ساتواں مقدمہ: اذان اور اقامت

اور اس میں چار امور پر غور و فکر کرنا ہے:

پہلا: وہ موارد جن کے لیے اذان، اور اقامت کہی جاتی گی۔

اور یہ دونوں پانچ فرض نمازوں میں واجب ہیں،[3] اداء اور قضاء کی صورت میں، اکیلے اور جماعت کے لیے، مرد اور عورت دونوں پر واجب ہیں، لیکن عورت کے لیے شرط ہے کہ وہ آہستہ آواز میں پڑھے۔[4] اور جن نمازوں میں جہراً (بلند آواز سے) قراءت کی جاتی ہے[5] ان میں ان دونوں کی تاکید زیادہ ہے، اور سب سے

---

[1] - کاغذی رومال پر بھی سجدہ کیا جا سکتا ہے۔ (احکام الشریعہ بین السائل والمجیب، جلد دوم، کتاب الصلاۃ، ص 30)

[2] - کیونکہ اگر وہاں بھی یہ کہا جائے کہ وہ سجدہ نہیں کر سکتا، تو بہت زیادہ دشواری پیش آئے گی۔ (احکام الشریعہ بین السائل والمجیب، جلد دوم، کتاب الصلاۃ، ص 43)

[3] - بچے کے لیے، جو ابھی بالغ نہیں ہوا اور مستحب کی نیت سے نماز پڑھتا ہے، اذان اور اقامت کہنا واجب نہیں ہے۔
اسی طرح اگر نماز کا وقت تنگ ہو، تو اذان اور اقامت کہنا لازم نہیں۔ اور اگر صرف ایک ہی کہنے کا وقت ہو، تو اقامت کہے۔ (احکام الشریعہ بین السائل والمجیب، جلد دوم، کتاب الصلاۃ، ص 45)
اور اگر کسی کو اذان کے کسی حصے کے بارے میں شک ہو، تو اگر وہ ابھی اذان کہہ رہا ہو، تو وہیں سے دوبارہ پڑھتے ہوئے آخر تک اذان مکمل کرے۔ لیکن اگر اذان ختم ہو چکی ہو، تو اپنے شک کی پروا نہ کرے۔ اقامت کا حکم بھی یہی ہے۔ (احکام الشریعہ بین السائل والمجیب، جلد دوم، کتاب الصلاۃ، ص 49)

[4] - البتہ یہ حکم اس صورت میں ہے جب کوئی مرد اس کی آواز سن رہا ہو، یا وہ ایسی جگہ نماز پڑھ رہی ہو جہاں کسی مرد کے آنے اور اس کی آواز سن لینے کا امکان ہو۔ (احکام الشریعہ بین السائل والمجیب، جلد دوم، کتاب الصلاۃ، ص 44)

[5] - یعنی نمازِ فجر، مغرب اور عشاء۔ (احکام الشریعہ بین السائل والمجیب، جلد دوم، کتاب الصلاۃ، ص 44)

زیادہ تاکید فجر اور مغرب میں ہے۔اور نفل نماز میں سے کسی کے لیے اذان نہیں ہے، اور پانچ نمازوں کے علاوہ کسی فرض نماز کے لیےاذان نہیں، بلکہ مؤذن تین مرتبہ کہے گا: الصلاۃ ۔

اور پانچوں نمازوں کی قضاء کرنے والا ہر نماز کے لیے اذان، اور اقامت کہے، اور اگراس نے اپنی چند نمازوں کوایک دوسرے کے بعد ادا کرنے کی وجہ سے پہلی نماز کے لیے آذان کہی ہو ، پھر باقی کے لیے صرف اقامت کہہ دے توکافی ہے، مگر فضیلت میں پہلی صورت سے کم ہے۔

اور جمعہ کے دن ظہر کواذان اور اقامت کے ساتھ ، اور عصر کو صرف اقامت کے ساتھ پڑھے گا، اور اسی طرح عرفات میں ظہراور عصر کا حکم ہے۔

اور اگرامام نے جماعت کے ساتھ نماز پڑھ لی ہو، اور بعد میں کچھ لوگ آ جائیں تو وہ اذان، اور اقامت نہیں کہیں گے، اگرچہ مکروہ ہے، جب تک پہلی جماعت منتشر نہ ہو۔ پھر اگر ان کی صفیں منتشر ہو جائیں توآنے والے اذان ،اور اقامت کہیں گے۔

اور اگراکیلا شخص اذان کہہ چکا ہو پھر وہ جماعت کاارادہ کرے تو اس کے لیے اذان اوراقامت کو دوبارہ کہنا مستحب ہے۔[1]

دوسرا: مؤذن کے بیان میں ہے۔

اوراس میں عقل، اور اسلام، اور ایمان، اور مرد ہونا معتبر ہے، اور مؤذن کا بالغ ہونا شرط نہیں بلکہ اس کا ممیّز ہوناہی کافی ہے۔

اور مستحب ہے: کہ وہ عادل ہو، بلند آواز والا ہو،[2] بینا ہو، اوقات کا جاننے والا ہو، باوضو ہو، اور کسی بلند جگہ پر کھڑا ہو۔اور اگر عورت نے عورتوں کے لیے اذان کہی ہو تو اس کی اذان صحیح ہے۔اور اگر کسی نے اکیلے نماز

---

[1] - اسی طرح اگرامام جماعت کے علاوہ کوئی دوسرا شخص اقامت کہے، تو بھی صحیح ہے، اور امام تکبیرۃ احرام کہہ کر نماز شروع کر سکتاہے۔ حتیٰ کہ جو شخص اکیلے نماز پڑھنا چاہتا ہو، وہ بھی کسی دوسرے کی کہی ہوئی اذان پر اکتفا کر سکتا ہے، صرف اقامت کہے اور نماز ادا کرے۔ (احکام الشریعہ بین السائل والمجیب، جلد دوم، کتاب الصلاۃ، ص 46)

[2] - البتہ یہ تمام امور مستحب ہیں۔ للذاا گر مؤذن کی آواز بلند نہ ہو، یا وہ ہکلاتا ہو، یا بعض حروف صحیح طور پر ادا نہ کر پاتا ہو، یا عربی قواعد کی بعض باتوں کی رعایت نہ کر پاتا ہو، تو کوئی حرج نہیں، اور اس کی اذان صحیح ہے۔ (احکام الشریعہ بین السائل والمجیب، جلد دوم، کتاب الصلاۃ، ص 47)

پڑھی ہو، اور اس نے بھول کر اذان نہ کہی ہو تو وہ اپنی نماز جاری رکھے گا۔ اور اگر کوئی بغیر اجرت کے اذان دینے والا نہ ملے تو مؤذن کو بیت المال سے اجرت دی جائے گی۔

تیسرا: اذان کی کیفیت کے بیان میں ہے۔

اور اذان وقت داخل ہونے کے بعد ہی کہی جائے گی، اور فجر (صادق) سے پہلے اذان دینا جائز ہے لیکن اس کے طلوع کے بعد اذان کا اعادہ کرنا واجب ہے۔

اور اذان کے فقرے یہ ہیں: اللہ اکبر چار مرتبہ، اور توحید کی شہادت (أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللَّهُ)، پھر رسالت کی شہادت (اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ)، پھر ولایت کی شہادت (اَشْهَدُ اَنَّ عَلِيًّا وَالْأَئِمَّةَ مِنْ وُلْدِهِ حُجَجُ اللَّهِ)، پھر ہدایت کی شہادت (اَشْهَدُ اَنَّ الْمَهْدِيَّ وَالْمَهْدِيِّينَ مِنْ وُلْدِهِ حُجَجُ اللَّهِ)، پھر کہے: حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ، پھر حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ، پھر حَيَّ عَلَى خَيْرِ الْعَمَلِ، پھر اس کے بعد اَللَّهُ أَكْبَرُ، پھر لَا إِلٰهَ إِلَّا اللَّهُ، ہر فقرہ دو دو مرتبہ ہے۔[1]

اور اقامت کے فقرے بھی دو دو مرتبہ ہیں، اور اس میں: « قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ » دو مرتبہ بڑھایا جاتا ہے، اور آخر میں تہلیل «لَا إِلٰهَ إِلَّا اللَّهُ» ایک مرتبہ کم ہو جاتی ہے۔ اور اذان، اور اقامت کی صحت کے لیے ترتیب شرط ہے۔

اور اذان، اور اقامت میں 7 چیزیں مستحب ہیں:

یہ کہ مؤذن قبلہ رخ ہو،

اور فقرات کے آخر میں ٹھہرے،

اور وہ اذان کو ٹھہر ٹھہر کر کہے،

اور وہ اقامت میں تیزی کرے،

اور وہ اذان اور اقامت کے درمیان گفتگو نہ کرے،

---

[1] - یعنی اذان کے آغاز میں "اللہ اکبر" چار مرتبہ کہا جاتا ہے، اور اس کے بعد کے تمام جملے دو دو مرتبہ پڑھے جاتے ہیں۔ (مترجم)

اور وہ ان دونوں کے درمیان دو رکعت نماز، یا بیٹھنے، یا ایک سجدہ کے ذریعے فاصلہ کرے، سوائے مغرب کے، کیونکہ مغرب میں بہتر یہ ہے کہ ان کے درمیان ایک قدم یا مختصر وقفہ کے ذریعے فاصلہ ہو،

اور اگر اذان دینے والا مرد ہو تو آواز بلند کرے،

اور یہ سب امور اقامت میں تاکید کے ساتھ ہیں۔ اور اذان میں ترجیع مکروہ ہے مگر جب اطلاع دینا مقصود ہو،

اور اسی طرح «الصَّلَاةُ خَيْرٌ مِنَ النَّوْمِ» کہنا بھی حرام ہے۔

چوتھا: اذان کے احکام کے بیان میں ہے۔

اور اس میں چند مسائل ہیں:

پہلا: اگر کوئی شخص اذان یا اقامت کے دوران سو جائے پھر بیدار ہو جائے تو اس کے لیے اذان یا اقامت کو نئے سرے سے کہنا مستحب ہے، اور وہیں سے آگے بڑھانا بھی جائز ہے، اور اسی طرح اگر بے ہوش ہو جائے۔

دوسرا: اگر کسی نے اذان کہی ہو پھر وہ مرتد ہو گیا ہو، تو اس کی اذان کا اعتبار کرنا اور کسی دوسرے کا اقامت کہنا جائز ہے، اور اگر وہ اذان کے دوران مرتد ہو جائے پھر وہ اسلام کی طرف پلٹ آئے تو وہ از سر نو اذان کہے گا۔

تیسرا: مستحب ہے کہ جو شخص اذان سنے وہ اپنے دل میں اس کے الفاظ کو دہرائے۔

چوتھا: جب مؤذن کہے: « قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ »، تو اس کے بعد گفتگو کرنا شدید مکروہ ہے، مگر وہ باتیں جو نمازیوں کے انتظام سے متعلق ہو۔

پانچواں: مؤذن کے لیے دائیں بائیں رخ پھیرنا مکروہ ہے، بلکہ اذان کے دوران رخ قبلہ کی طرف رکھنا لازم ہے۔

چھٹا: اگر اذان دینے کے معاملے میں لوگوں میں اختلاف ہو تو زیادہ علم رکھنے والے کو مقدم کیا جائے، پھر اس کے بعد زیادہ متقی کو، اور علم و تقویٰ میں برابر ہوں تو قرآن کے ذریعے استخارہ کیا جائے۔

ساتواں: اگر مؤذن (اذان دینے والے) ایک گروہ ہوں تو سب کا مل کر اذان دینا جائز ہے، لیکن اگر وقت وسیع ہو تو افضل یہ ہے کہ ایک کی اذان ختم ہونے کے بعد دوسرا اذان کہے۔

آٹھواں: اگر امام کسی مؤذن کی اذان سن لے تو جماعت میں اسی پر اکتفا کرنا جائز ہے، اگرچہ وہ مؤذن اکیلا ہی کیوں نہ ہو۔

نواں: اگر اذان یا اقامت کے دوران کسی کا وضو ٹوٹ جائے تو وہ وضو کر کے اذان کو وہیں سے جاری رکھ سکتا ہے، اور یہی حکم اقامت میں بھی ہے، اور افضل یہ ہے کہ وضو کے بعد اقامت دوبارہ کہے۔[1]

دسواں: اگر کسی کا نماز کے دوران وضو ٹوٹ جائے تو وہ وضو کر کے نماز دوبارہ پڑھے، اور اقامت دوبارہ نہ کہے، مگر یہ کہ اس نے بات کی ہو۔

گیارہواں: جو شخص ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھے جس کی اقتداء درست نہ ہو،[2] تو وہ خود اذان اور اقامت کہے، اور اگر اسے نماز فوت ہونے کا اندیشہ ہو تو صرف دو تکبیروں ،اور « قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ » پر اکتفا کرے، اور اگر (امام جماعت) کی اذان میں کسی فقرے کی کمی رہ گئی ہو تو مقتدِی کے لیے مستحب ہے کہ وہ اسے خود کہہ لے۔

---

[1] - وضو کی حالت میں اذان اور اقامت کہنا مستحب ہے۔ (احکام الشریعہ بین السائل والمجیب، جلد دوم، کتاب الصلاۃ، ص 51)
اور اگر کوئی شخص نمازِ ظہر ادا کرنے کے بعد کافی دیر تک نوافل، دعاو غیرہ میں مشغول رہے، تو جب تک وہ اپنی جائے سجدہ سے نہ اٹھے، اگلی نماز کے لیے دوبارہ اذان کہنے کی ضرورت نہیں، بلکہ نمازِ ظہر کے لیے کہی گئی اذان ہی کافی ہے۔ (احکام الشریعہ بین السائل والمجیب، جلد دوم، کتاب الصلاۃ، ص 50)

[2] - کیونکہ اس میں امامت کی شرائط موجود نہیں تھیں۔ (مترجم)

دوسرا رکن: نماز کے افعال

نماز کے افعال دو قسم کے ہیں: واجب اور مستحب۔[1] واجب افعال آٹھ ہیں:

نماز کے واجبات

پہلا: نیت

نیت نماز میں رکن[2] ہے، پس اگر کوئی شخص جان بوجھ کر یا بھول کر اس میں خلل پیدا کرے تو اس کی نماز منعقد نہیں ہوتی۔ اور نیت کی حقیقت یہ ہے کہ انسان نماز کی صفت کو ذہن میں حاضر کرے، اور اس کے ساتھ چار امور کا قصد کرے: وجوب یا استحباب، اور قربت، اور تعیین، اور یہ کہ وہ اداء ہے یا قضاء اور لفظ کا کوئی اعتبار نہیں۔

اور نیت کا وقت: تکبیر کے پہلے جزء کے ساتھ ہے۔ اورِ نماز کے آخر تک اس کے حکم کو باقی رکھنا واجب ہے، اور وہ یہ ہے کہ وہ پہلی نیت کو نہ توڑے۔ اور اگر اس نے نماز سے نکلنے کی نیت کی تو نماز باطل نہیں ہوتی، اور اسی طرح اگر اس نے کسی ایسے کام کی نیت کی جو نماز کے منافی ہو، پھر اگر اس نے وہ کام کر لیا تو نماز باطل ہو جائے گی۔ اور اسی طرح اگر اس نے نماز کے کسی فعل میں ریاکاری یا غیر نماز کی نیت کی ہو تو نماز باطل ہو جاتی ہے۔

اور بعض موارد میں نیت کو منتقل کرنا جائز ہے: جیسے جمعہ کے دن، ظہر کی نماز کو نافلہ میں منتقل کرنا اس شخص کے لیے جس نے سورۂ جمعہ کی بجائے بھول کر کوئی دوسری سورت پڑھ لی ہو، اور اسی طرح وقت کی وسعت کے ساتھ حاضر فریضہ کی نیت کو اس سے سابقہ فریضہ کی طرف منتقل کرنا۔

---

[1] - نماز کے واجبات یہ ہیں: نیت، تکبیرۂ احرام، قیام، رکوع، سجدہ، تشہد اور سلام۔ جبکہ نماز کے مستحبات میں دعا، قنوت، تعقیبات وغیرہ شامل ہیں۔ (احکام الشریعہ بین السائل والمجیب، جلد دوم، کتاب الصلاۃ، ص 52)

[2] - نماز میں ارکان وہ افعال ہیں کہ اگرانہیں جان بوجھ کر، بھول کر، یا غلطی سے کم یا زیادہ کر دیا جائے، تو نماز باطل ہو جاتی ہے۔ نماز کے ارکان پانچ ہیں: نیت، تکبیرۂ احرام، قیام، رکوع، اور دو سجدے۔ (احکام الشریعہ بین السائل والمجیب، جلد دوم، کتاب الصلاۃ، ص 52)

دوسرا: تکبیرۃالاحرام

اور یہ رکن ہے،اوراس کے بغیر نماز صحیح نہیں ہوتی،اگرچہ بھول کرہی اس میں خلل کیوں نہ کیا جائے۔

اوراس کی صورت یہ ہے کہ کہاجائے: « اَللَّهُ أَكْبَرُ »۔اوراس کے معنی کہنے سے نماز منعقد نہیں ہوتی، اوراگراس کے کسی حرف میں خلل واقع ہو جائے تو نماز منعقد نہیں ہو گی۔پس اگر کوئی شخص، جیسے عجمی، ان دونوں الفاظ کے صحیح تلفظ پر قادر نہ ہو، تواس پر سیکھنالازم ہے۔اور وقت کی وسعت کے ساتھ وہ ترجمہ کے ذریعے نماز میں داخل نہیں ہو سکتا، پس اگر نماز کاوقت تنگ ہو تو تکبیرۃالاحرام کے ترجمے کے ساتھ نماز میں داخل ہو جائے(تکبیرہ احرام کہے) ۔

اور گونگا جہاں تک ممکن ہو تکبیرۃالاحرام کہے گا،اوراگر وہ بالکل ہی ادا کرنے پر قادر نہ ہو تووہ اس کے معنی کو دل میں اشارے کے ساتھ ادا کرے،

اوراس میں ترتیب واجب ہے، پس اگراسے الٹ دیا جائے تو نماز منعقد نہیں ہو گی۔[1]

اور واجب ہے کہ تکبیرۃالاحرام کے بعد چھے تکبیریں کہی جائیں، تو مجموعی طور پر سات تکبیریں ہوں گی، جن میں پہلی تکبیر ہی تکبیر افتتاح ہے۔اوراگراس نے تکبیر کہی، اور افتتاح کی نیت کی، پھر دوبارہ تکبیر کہی، اور افتتاح کی نیت کی تواس کی نماز باطل ہو جائے گی۔اوراگراس نے تیسری تکبیر کہی، اور افتتاح کی نیت کی تو نماز اسی آخری سے منعقد ہو جائے گی، اوراس کے بعد وہ چھ تکبیریں کہے گا۔اور واجب ہے کہ تکبیر کھڑے ہو کر کہی جائے، پس اگراس نے قدرت کے باوجود بیٹھ کر تکبیر کہی، یا کھڑے ہونے کی حالت میں تکبیر کہی، تواس کی نماز منعقد نہیں ہو گی۔

اوراس میں چارامور مستحب ہیں:

یہ کہ لفظِ جلالہ کو حروف کے درمیان مد کے بغیر ادا کرے،اور لفظِ اکبر کو وزنِ «اَفعل» پر کہے،اور امام اس طرح کہے کہ اس کے پیچھے والے اس کے تلفظ کو سن سکیں،اور نمازی اپنے دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھائے اس طرح کہ درمیانی انگلی کا سرا کان تک پہنچے،اور انگوٹھا سیدھا ہو کر نحر (گلے) کی طرف متوجہ ہو۔

---

[1] ۔ یعنی پہلے "اللہ" کہے، پھر اس کے بعد "اکبر" کہے۔(احکام الشریعہ بین السائل والمجیب، جلد دوم، کتاب الصلاۃ، ص 56)

تیسرا: قیام

قیام، قدرت کی صورت میں نماز کا رکن ہے۔پس پس جو شخص جان بوجھ کر (عمداً) یا بھول کر (سہواً) اسے ترک کرے، اس کی نماز باطل ہو جائے گی۔ اگر مستقل طور پر کھڑا ہونا ممکن ہو تو کھڑا ہونا واجب ہے، ورنہ ایسی چیز کا سہارا لینا واجب ہے جس کے ذریعے وہ کھڑا ہو سکے۔اور قدرت کے باوجود دیوار کا سہارا لینا جائز ہے۔ اگر نماز کے بعض حصے میں قیام پر قادر ہو تو جتنی مقدار ممکن ہو اتنی دیر کھڑا ہونا واجب ہے، ورنہ بیٹھ کر نماز پڑھے۔ اگر بیٹھنے سے عاجز ہو تو پہلو کے بل لیٹ کر نماز پڑھے،[1] اور اگر اس سے بھی عاجز ہو تو چت لیٹ کر نماز ادا کرے۔[2] آخری دو صورتوں میں رکوع اور سجدے کے لیے اشارہ کرے گا۔

جو شخص نماز کے دوران کسی حالت سے عاجز ہو جائے، وہ اسی نماز کو جاری رکھتے ہوئے اس سے نچلی حالت کی طرف منتقل ہو جائے؛ جیسے کھڑا شخص عاجز ہو جائے تو بیٹھ جائے، یا بیٹھا ہوا عاجز ہو جائے تو پہلو کے بل لیٹ جائے، یا پہلو کے بل لیٹا ہوا عاجز ہو جائے تو چت لیٹ جائے۔اور اسی طرح اس کے برعکس بھی حکم ہے۔[3]

اور جو شخص سجدہ کرنے پر قادر نہ ہو، وہ اس چیز کو بلند کر لے جس پر سجدہ کرنا ہے، اور اگر اس پر بھی قادر نہ ہو تو اشارے سے سجدہ کرے۔

اور اس فصل میں دو چیزیں مستحب ہیں: یہ کہ نمازی اپنی قراءت میں چار زانو ہو کر بیٹھے، اور وہ رکوع کی حالت میں اپنی پاؤں کو پیچھے کر لے، اور تشہد کی حالت میں تورک اختیار کرے۔[4]

---

[1] - اس طرح کہ اس کا چہرہ اور سینہ قبلے کی طرف ہو۔ (احکام الشریعہ بین السائل والمجیب، جلد دوم، کتاب الصلاۃ، ص 59)

[2] - یعنی محتضر کی طرح، اس کے پاؤں کے تلوے قبلے کی طرف ہوں۔ (احکام الشریعہ بین السائل والمجیب، جلد دوم، کتاب الصلاۃ، ص 58)

[3] - یعنی اگر کوئی شخص کھڑا ہو کر نماز نہیں پڑھ سکتا اور پیٹھ کے بل لیٹ کر نماز پڑھ رہا ہو، پھر نماز کے دوران اس کی حالت بہتر ہو جائے اور وہ استطاعت حاصل کر لے، تو اسے کروٹ کے بل لیٹ جانا چاہیے، یا بیٹھ کر نماز جاری رکھنی چاہیے، اور اگر کھڑے ہونے کی طاقت آ جائے، تو کھڑے ہو کر باقی نماز ادا کرے۔ (احکام الشریعہ بین السائل والمجیب، جلد دوم، کتاب الصلاۃ، ص 59)

[4] - یعنی نمازی اپنی بائیں ران پر بیٹھے اور اپنے دائیں پاؤں کی پشت کو بائیں پاؤں کے تلوے پر قرار دے۔ (احکام الشریعہ بین السائل والمجیب، جلد دوم، کتاب الصلاۃ، ص 59)۔

چوتھا: قراءت

اور سورۂ حمد واجب ہے، اور ہر دو رکعتی نماز میں الحمد کے ساتھ متعین ہے، اور ہر چار رکعتی ،اور تین رکعتی نماز کی پہلی دو رکعتوں میں بھی متعین ہے۔ اسے مکمل پڑھنا واجب ہے، اور اگر کوئی شخص جان بوجھ کر اس کے ایک حرف کو بھی چھوڑ دے تو نماز صحیح نہیں ہو گی، حتیٰ کہ تشدید کو ترک کرنا بھی اسی حکم میں شامل ہے۔ اسی طرح اس کے اعراب کی ادائیگی بھی ضروری ہے۔[1]

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ اس سورت کی ایک آیت ہے، لہٰذا اس کا سورۂ حمد کے ساتھ پڑھنا واجب ہے، اور نمازی کے لیے اس کا ترجمہ پڑھنا کافی نہیں ہے۔ اس کے کلمات اور آیات کو منقول ترتیب کے مطابق پڑھنا واجب ہے، پس اگر کوئی شخص جان بوجھ کر اس ترتیب کی مخالفت کرے تو اسے نماز دوبارہ پڑھنی ہو گی۔

اور اگر بھول کر ایسا کرے تو رکوع میں جانے سے پہلے دوبارہ قراءت شروع کرے، لیکن اگر رکوع کر چکا ہو تو اپنی نماز جاری رکھے، اگرچہ بعد میں اسے یاد آ جائے۔

اور جو شخص سورۂ حمد صحیح نہ پڑھ سکتا ہو، اس پر اسے سیکھنا واجب ہے۔ اگر وقت تنگ ہو تو جتنی مقدار سورۂ حمد اسے ممکن ہو اتنی پڑھے، یا **بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ** کو دس مرتبہ پڑھے۔ اور اگر یہ بھی ممکن نہ ہو تو قرآن کے کسی اور حصے میں سے جو میسر ہو وہ پڑھے، یا قراءت کی مقدار کے برابر **سُبْحَانَ اللَّهِ، اَلْحَمْدُ لِلَّهِ، لَا إِلٰهَ إِلَّا اللَّهُ، اَللَّهُ اَكْبَرُ** کہے۔ پھر اس کے بعد اس پر سیکھنا واجب رہے گا۔ اور گونگا شخص قراءت کے وقت اپنی زبان کو حرکت دے اور اس کے معانی کو اپنے دل میں حاضر کرے۔

اور ہر تین رکعتی یا چار رکعتی نماز کی تیسری اور چوتھی رکعت میں، امام، مقتدی اور منفرد (تنہا نماز پڑھنے والا) سب سورۂ حمد پڑھیں گے۔ اگر یہ ممکن نہ ہو تو **بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ** دس مرتبہ پڑھے، اور اگر یہ بھی ممکن نہ ہو تو تسبیح پڑھے۔

[1] - نماز میں تجوید کے قواعد کی پابندی لازم نہیں، بلکہ اتنا کافی ہے کہ اس طرح قراءت کرے جس سے معنی درست طور پر ادا ہو جائیں۔ (احکام الشریعہ بین السائل والمجیب، جلد دوم، کتاب الصلاۃ، ص 61)

نمازوں میں پہلی دو رکعتوں میں سورۂ حمد کے بعد ایک مکمل سورت پڑھنا واجب ہے، بشرطیکہ وقت میں گنجائش ہو اور بااختیار شخص کے لیے سورت سیکھنا ممکن ہو۔ اگر کوئی شخص غلطی سے سورۂ حمد سے پہلے سورت پڑھ لے، تو سورۂ حمد پڑھنے کے بعد اسی سورت کو دوبارہ پڑھے یا اس کی جگہ کوئی دوسری سورت پڑھے۔[1]

اور واجب نمازوں میں سورۂ عزائم میں سے کسی سورت کا پڑھنا جائز نہیں،[2] نیز ایسی سورت پڑھنا بھی جائز نہیں جس کی قراءت کی وجہ سے نماز کا وقت نکل جانے کا اندیشہ ہو۔ البتہ دو سورتوں کو ایک ساتھ ملا کر پڑھنا جائز ہے۔[3]

اور نمازِ صبح میں، اور نمازِ مغرب و عشاء کی پہلی دو رکعتوں میں سورۂ حمد اور سورت کو بلند آواز (جہر) سے پڑھنا واجب ہے۔ اور نمازِ ظہر و عصر میں، نیز نمازِ مغرب کی تیسری رکعت اور نمازِ عشاء کی آخری دو رکعتوں میں آہستہ آواز (اخفات) سے قراءت کرنا واجب ہے۔[4]

---

[1] - بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ہر سورت کا حصہ ہے، اور ہر سورت کی بسم اللہ اسی سورت کے ساتھ مخصوص ہوتی ہے۔ لہٰذا بسم اللہ پڑھنے سے پہلے یہ متعین ہونا چاہیے کہ کون سی سورت پڑھنے کا ارادہ ہے۔ (احکام الشریعہ بین السائل والمجیب، جلد دوم، کتاب الصلاۃ، ص 62)

[2] - البتہ اس کی نماز باطل نہیں ہوتی۔

اور اگر کوئی شخص واجب نماز پڑھ رہا ہو اور سجدۂ واجب والی آیت سن لے، تو نماز مکمل کرنے کے بعد سجدہ کرے۔

البتہ نفل نماز میں سجدۂ واجب والی سورتوں کی تلاوت کرنا جائز ہے۔ اگر ایسی سورت پڑھے اور آیتِ سجدہ پر پہنچ جائے، تو سجدہ کرے، پھر کھڑا ہو کر اپنی قراءت اور نماز جاری رکھے۔ اگر آیتِ سجدہ سورت کے آخر میں ہو، جیسے سورۂ علق میں، تو سجدہ کرنے کے بعد کھڑا ہو، پھر رکوع میں جائے اور نماز جاری رکھے۔ اسی طرح اگر نفل نماز کے دوران کوئی دوسرا شخص سجدۂ واجب والی آیت پڑھے اور یہ اسے سنے، تو اگر وہ اس وقت قراءت میں مشغول ہو، تو سجدہ کرے، پھر کھڑا ہو کر اپنی نماز جاری رکھے۔ (احکام الشریعہ بین السائل والمجیب، جلد دوم، کتاب الصلاۃ، ص 63)

[3] - البتہ دو سے زیادہ سورتیں پڑھنا جائز نہیں ہے۔ نمازی جس سورت کی تلاوت کر رہا ہو، اسے چھوڑ کر دوسری سورت کی تلاوت شروع کر سکتا ہے۔ (احکام الشریعہ بین السائل والمجیب، جلد دوم، کتاب الصلاۃ، ص 63)

[4] - البتہ اگر کوئی شخص لاعلمی یا بھول کی وجہ سے وہاں آہستہ پڑھے جہاں نماز بلند آواز سے پڑھنی چاہیے، یا اس کے برعکس وہاں بلند آواز سے پڑھے جہاں آہستہ پڑھنا چاہیے، تو کوئی حرج نہیں اور نماز دوبارہ پڑھنے کی ضرورت نہیں۔ (احکام الشریعہ بین السائل والمجیب، جلد دوم، کتاب الصلاۃ، ص 64)

جہر (بلند آواز سے قراءت) کی کم از کم مقدار یہ ہے کہ اگر قریب کھڑا کوئی صحیح سننے والا شخص توجہ سے سنے تو اسے آواز سنائی دے۔اور اخفات (آہستہ قراءت) یہ ہے کہ نمازی اپنی آواز خود سن سکے، بشر طیکہ وہ سننے کی صلاحیت رکھتا ہو۔اور عورتوں پر بلند آواز (جہر) سے قراءت کرنا واجب نہیں ہے۔[1]

اور قراءت میں درج ذیل امور مستحب ہیں:

اخفات کے مقامات میں سورۂ حمد اور سورت کے آغاز میں بسم اللہ کو بلند آواز سے پڑھنا،[2]

قراءت کو ترتیل کے ساتھ ادا کرنا، وقف کے مقامات پر ٹھہرنا، اور نوافل میں سورۂ حمد کے بعد سورت پڑھنا مستحب ہے۔

نیز ظہرین اور مغرب میں سورۂ قدر اور سورۂ جحد جیسی مختصر سورتیں پڑھنا، عشاء میں سورۂ اعلیٰ، سورۂ طارق اور ان جیسی سورتیں پڑھنا، صبح میں سورۂ مدثر، سورۂ مزمل اور ان جیسی سورتیں پڑھنا،

پیر اور جمعرات کی صبح سورۂ ہل اتی پڑھنا، جمعہ کی رات مغرب اور عشاء میں سورۂ جمعہ اور سورۂ اعلیٰ پڑھنا، جمعہ کی صبح سورۂ جمعہ اور سورۂ قل ہو اللہ احد پڑھنا، اور ظہرین میں سورۂ جمعہ اور سورۂ منافقین پڑھنا مستحب ہے۔

دن کی نوافل میں مختصر سورتیں اخفات کے ساتھ پڑھنا، اور رات کی نوافل میں طویل سورتیں جہر کے ساتھ پڑھنا، اور وقت کی تنگی کی صورت میں قراءت کو مختصر کرنا،

نیز سات مقامات پر (قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ) پڑھنا،[3] البتہ اگر سورۂ توحید سے ابتدا کرے تو بھی جائز ہے۔

---

[1] - اگر کوئی عورت نماز بلند آواز سے پڑھے، (اگرچہ اسے ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا)، تب بھی اس کی نماز صحیح ہے، خواہ کوئی نامحرم اس کی آواز سنے یا نہ سنے۔ (احکام الشریعہ بین السائل والمجیب، جلد دوم، کتاب الصلاۃ، ص 64)

[2] - مثلاً نمازِ ظہر میں، جہاں سورۂ حمد اور سورت آہستہ آواز سے پڑھنی ہوتی ہیں، مستحب ہے کہ ان کے آغاز میں "بسم الله الرحمن الرحيم" بلند آواز سے پڑھی جائے۔ (احکام الشریعہ بین السائل والمجیب، جلد دوم، کتاب الصلاۃ، ص 65)

[3] - سات مقامات پر سورۂ حمد کے بعد سورت بلند آواز سے پڑھنا مستحب ہے: پہلا: نمازِ ظہر کی نافلہ کی پہلی رکعت میں۔ دوسرا: نمازِ مغرب کی نافلہ کی پہلی رکعت میں۔ تیسرا: نمازِ شب کی پہلی رکعت میں۔ چوتھا: نافلۂ فجر کی پہلی رکعت میں۔ پانچواں: واجب نمازِ فجر کی پہلی رکعت میں۔ چھٹا: احرام باندھنے سے پہلے پڑھی جانے والی چھ رکعت مستحب نماز کی پہلی رکعت میں۔ ساتواں: نمازِ طواف کی دو رکعتوں میں سے پہلی رکعت میں۔ (احکام الشریعہ بین السائل والمجیب، جلد دوم، کتاب الصلاۃ، ص 65)

نمازِ شب کی پہلی دو رکعتوں میں (قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ) تیس مرتبہ پڑھے، اور باقی رکعتوں میں طویل سورتیں پڑھے۔امام اپنی قراءت اپنے پیچھے کھڑے مقتدیوں کو سنائے، بشرطیکہ آواز حد سے زیادہ بلند نہ ہو، اسی طرح دونوں شہادتیں بھی استحباباً۔

جب نمازی رحمت کی کسی آیت سے گزرے تو اللہ سے اس کی رحمت کا سوال کرے، اور جب عذاب کی کسی آیت سے گزرے تو اس سے پناہ مانگے۔

اور یہاں سات مسائل ہیں:

پہلا: سورۂ حمد کے آخر میں **آمین** کہنا جائز نہیں ہے۔

دوسرا: قراءت میں موالات (تسلسل) اس کی صحت کی شرط ہے۔پس اگر وہ اس کے دوران کسی دوسری چیز کی قراءت کرے تو قراءت کو ازسرنو شروع کرے گا۔اسی طرح اگر قراءت قطع کرنے کی نیت کرے اور خاموش ہو جائے تو بھی قراءت ازسرنو شروع کرے گا۔ لیکن اگر قراءت کے دوران قطع کی نیت کے بغیر خاموش ہو جائے، یا قطع کی نیت کرے مگر عملاً قراءت قطع نہ کرے، تو اپنی نماز جاری رکھے گا۔

تیسرا: **الضحیٰ** اور **الم نشرح** ایک ہی سورت شمار ہوتی ہیں، اور اسی طرح **الفیل** اور **لایلاف** بھی ایک ہی سورت شمار ہوتی ہیں۔پس ہر رکعت میں ان میں سے کسی ایک کو اس کی ساتھی سورت کے بغیر الگ پڑھنا جائز نہیں، اور ان دونوں کے درمیان **بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ** پڑھنے کی ضرورت نہیں۔

چوتھا: اگر جہالت یا بھول کی وجہ سے جہر کی جگہ اخفات کرے، یا اخفات کی جگہ جہر کرے، تو نماز کا اعادہ نہیں کرے گا۔

پانچواں: اگر اس کے لیے سورۂ حمد کی قراءت ممکن نہ ہو تو اس کے بدلے بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ دس مرتبہ پڑھنا، یا بارہ تسبیحات پڑھنا کافی ہے، جن کی صورت یہ ہے کہ سُبْحَانَ اللَّهِ، اَلْحَمْدُ لِلَّهِ، لَا إِلٰهَ إِلَّا اللَّهُ، اَللَّهُ اَكْبَرُ تین مرتبہ کہے۔

چھٹا: جو شخص نوافل میں سجدۂ واجب والی سورتوں میں سے کوئی سورت پڑھے،[1] اس پر آیتِ سجدہ کے مقام پر سجدہ کرنا واجب ہے۔اسی طرح اگر کوئی دوسرا شخص اسے پڑھے اور یہ سن رہا ہو تو بھی سجدہ کرے۔ پھر

[1] - وہ سورتیں جن میں ایسی آیت ہو کہ اسے پڑھنے یا سننے سے سجدہ واجب ہو جائے۔(مترجم)

کھڑا ہو کر سورت کا باقی حصہ پڑھے اور رکوع کرے۔ اور اگر آیتِ سجدہ سورت کے آخر میں ہو تو اس کے لیے سورۂ حمد پڑھنا مستحب ہے، تاکہ وہ حالتِ قراءت سے رکوع میں جائے۔

ساتواں: معوذتین قرآن کا حصہ ہیں، اور فرض و نفل دونوں نمازوں میں ان کی قراءت جائز ہے۔

پانچواں: رکوع

رکوع ہر رکعت میں ایک مرتبہ واجب ہے، سوائے نمازِ کسوف (سورج گرہن اور چاند گرہن)، اور نمازِ آیات کے۔[1] اور رکوع نماز کا ایک رکن ہے، لہٰذا اسے جان بوجھ کر یا سہواً ترک کرنے سے نماز باطل ہو جاتی ہے، جس کی تفصیل آگے آئے گی۔[2]

اور رکوع میں پانچ چیزیں واجب ہیں:

رکوع میں اس قدر جھکے کہ اس کے لیے اپنے دونوں ہاتھ گھٹنوں پر رکھنا ممکن ہو جائے۔

پہلی: یہ کہ رکوع کرنے والا رکوع میں اپنے دونوں ہاتھ گھٹنوں پر رکھنے کے ممکن ہونے تک جھکے، اور اگر اس کے ہاتھ اتنے لمبے ہوں کہ بغیر جھکے ہی گھٹنوں تک پہنچ جاتے ہوں، تب بھی اس پر اتنا جھکنا واجب ہے جتنا ایک معتدل جسم والے شخص کے لیے معمول ہے۔ اور اگر کسی عارضے کی وجہ سے اس مقدار میں جھکنے پر قادر نہ ہو تو جتنا ممکن ہو اتنا جھکے، اور اگر بالکل جھکنے سے عاجز ہو تو صرف اشارے پر اکتفا کرے۔ اور اگر وہ پیدائشی طور پر، یا کسی عارضے کی وجہ سے، پہلے ہی رکوع کی حالت میں ہو تو اس پر واجب ہے کہ اپنے رکوع کے لیے معمولی سا مزید جھکے، تاکہ اس کا رکوع دوسری حالت سے ممتاز ہو جائے۔

[1] - نمازِ کسوف اور دیگر نمازِ آیات میں ہر رکعت میں کئی رکوع کیے جاتے ہیں، جس کی تفصیل نمازِ آیات کے باب میں آئے گی۔ (مترجم)

[2] - اس کی تفصیل نماز میں خلل کے احکام کے باب میں آئے گی۔ (مترجم)

دوسری: رکوع میں اس مقدار تک طمانینہ (نمازی رکوع میں پشت کے جھکے رہنے کے ساتھ استقرار پیدا کرے) واجب ہے کہ وہ قدرت کے ساتھ واجب ذکر ادا کر سکے،[1] اور اگر وہ مریض ہو، اور اس پر قادر نا ہو تو اس سے طمانیت ساقط ہو جاتی ہے، جیسے اصل رکوع میں عذر ہو۔

تیسری: رکوع سے سر اٹھانا واجب ہے، لہٰذا رکوع سے سر اٹھا کر سیدھا کھڑا ہونے سے پہلے، سوائے عذر کی صورت میں، سجدے کی طرف جھکنا جائز نہیں۔ اور اگر سیدھا کھڑا ہونے کے لیے کسی سہارے کی ضرورت ہو تو سہارا لینا واجب ہے۔

چوتھی: سیدھا کھڑے ہونے کے بعد طمانینہ واجب ہے، اور اس سے مراد یہ ہے کہ مکمل طور پر سیدھا کھڑا ہو جائے اور اگرچہ تھوڑی دیر کے لیے ہی سہی، سکون اختیار کرے۔

پانچویں: رکوع میں تسبیح واجب ہے، اور ہر وہ ذکر کافی ہے، اگرچہ وہ تکبیر، تہلیل، حمد یا اللہ کا شکر ہی کیوں نہ ہو اور مختار شخص کے لیے کم از کم ایک مکمل تسبیح کافی ہے، اور وہ یہ ہے: «سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ وَبِحَمْدِهِ» یا «سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَلِيِّ وَبِحَمْدِهِ»، یا «سُبْحَانَ اللَّهِ» تین مرتبہ کہے۔ اور حالتِ ضرورت میں ایک مختصر تسبیح کافی ہے۔

اور رکوع کے لیے تکبیر کہنا واجب ہے۔

رکوع کے مستحبات اور مکروہات

اور اس باب میں چند امور مستحب ہیں:

رکوع کے لیے قیام کی حالت میں تکبیر کہنا، اس طرح کہ تکبیر کے ساتھ اپنے دونوں ہاتھ کانوں کے برابر اٹھائے، پھر انہیں چھوڑ دے اور اس کے بعد رکوع کرے۔ رکوع میں اپنے دونوں ہاتھ کھلی ہوئی انگلیوں کے ساتھ گھٹنوں پر رکھے۔ اور اگر ایک ہاتھ میں کوئی عذر ہو تو دوسرا ہاتھ گھٹنے پر رکھے۔ اپنے گھٹنوں کو پیچھے کی طرف دھکیلے، اپنی پشت کو سیدھا رکھے، اور اپنی گردن کو اس طرح پھیلائے کہ وہ پشت کے برابر ہو۔ تسبیح سے پہلے دعا کرے، اور تسبیح تین، پانچ یا سات مرتبہ، بلکہ اس سے بھی زیادہ پڑھے۔ امام رکوع کے ذکر کو بلند

[1] - جائز نہیں کہ نمازی اتنی جلدی کرے کہ رکوع میں ذکر مکمل کرنے کی مقدار بھی ٹھہر نہ سکے۔ البتہ اگر غفلت کی وجہ سے ایسا ہو جائے، تو اس کا رکوع صحیح ہے، نہ اسے دوبارہ رکوع کرنا ہوگا اور نہ ہی نماز دوبارہ پڑھنی ہوگی۔ (احکام الشریعہ بین السائل والمجیب، جلد دوم، کتاب الصلاۃ، ص 69)

آواز سے پڑھے۔ رکوع سے سیدھا کھڑا ہونے کے بعد «سمع الله لمن حمده» کہے، اور اس کے بعد دعا کرے۔

اور مکروہ یہ ہے

کہ رکوع اس حال میں کرے کہ اس کے دونوں ہاتھ کپڑوں کے اندر ہوں۔

چھٹا: سجدہ

ہر رکعت میں دو سجدے واجب ہیں، اور یہ دونوں مل کر نماز کا رکن ہیں۔ ہر رکعت میں ان دونوں میں عمداً یا سہواً خلل کرنے سے نماز باطل ہو جاتی ہے، البتہ ایک سجدے میں سہواً خلل کرنے سے نماز باطل نہیں ہوتی۔

اور سجدے کے واجبات چھ ہیں:

پہلا: سات اعضاء پر سجدہ کرنا: پیشانی، دونوں ہتھیلیاں، دونوں گھٹنے، اور دونوں پاؤں کے انگوٹھے۔

دوسرا: پیشانی کو اس چیز پر رکھنا جس پر سجدہ صحیح ہو، پس اگر عمامہ کے پیچ پر سجدہ کرے تو جائز نہیں۔

تیسرا: سجدے کے لیے اس قدر جھکے کہ پیشانی رکھنے کی جگہ اس کے کھڑے ہونے کی جگہ کے برابر ہو جائے، مگر یہ کہ معمولی بلندی ہو جو ایک اینٹ کی مقدار سے زیادہ نہ ہو۔ پس اگر کوئی ایسی رکاوٹ پیش آ جائے جو اس سے مانع ہو تو جتنی مقدار ممکن ہو اتنی ہی پر اکتفا کرے۔ اور اگر جس چیز پر سجدہ کرتا ہے اسے اٹھانا ضروری ہو تو یہ واجب ہے، اور اگر ان سب سے عاجز ہو تو اشارہ کرے۔

چوتھا: سجدے میں ذکر واجب ہے، جیسا کہ ہم نے رکوع کے بارے میں بیان کیا ہے، البتہ «الْعَظِيمِ» اور «الْعَلِيّ» کی جگہ «الْأَعْظَم» اور «الْأَعْلَى» کہے گا۔[1]

پانچواں: سجدے میں طمأنینہ واجب ہے، سوائے اس حالتِ ضرورت کے جو اس سے مانع ہو۔

چھٹا: پہلے سجدے سے سر اٹھانا واجب ہے، یہاں تک کہ اطمینان کے ساتھ سیدھا بیٹھ جائے۔ نیز سجدے میں جاتے وقت اور سجدے سے سر اٹھاتے وقت تکبیر کہنا واجب ہے۔

اور سجدے میں مستحب ہے:

---

[1] - یعنی وہ کہے: «سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلَى وَبِحَمْدِهِ» یا «سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْظَمِ وَبِحَمْدِهِ»۔ (احکام الشریعہ بین السائل والمجیب، جلد دوم، کتاب الصلاۃ، ص 70)

یہ کہ سجدہ کے لیے کھڑے ہو کر تکبیر کہے، اور تکبیر کے ساتھ اپنے دونوں ہاتھ چہرے کے سامنے اٹھائے، اس طرح کہ انگلیوں کے سرے کانوں کے قریب ہوں، اور دونوں انگوٹھے اس کے **منخر** (گلے کے گڑھے) کی طرف سیدھے ہوں، اور یہی فرشتوں کی نماز ہے۔

پھر سجدے کے لیے جھکے، اس طرح کہ پہلے اپنے دونوں ہاتھ زمین پر رکھے، اور سجدے کی جگہ اس کے کھڑے ہونے کی جگہ کے برابر یا اس سے نیچی ہو، اور اپنی ناک کو بھی زمین پر لگائے، اور دعا کرے، اور ایک تسبیح سے زیادہ، جتنی میسر ہو، تسبیح پڑھے، اور دونوں سجدوں کے درمیان دعا کرے، اور تورک[1] کی حالت میں بیٹھے، اور دوسرے سجدے کے بعد اطمینان کے ساتھ بیٹھے، اور کھڑے ہوتے وقت دعا کرے، اور اپنے دونوں ہاتھوں پر سہارا لے کر پہلے اپنے دونوں گھٹنے اٹھائے۔

اور دونوں سجدوں کے درمیان اقعاء کرنا مکروہ ہے۔[2]

تین مسائل:

پہلا: جس شخص کو کوئی ایسا عارض لاحق ہو جو پیشانی کو زمین پر رکھنے سے مانع ہو، جیسے پھوڑا، اور وہ پوری پیشانی کو نہ گھیرے ہوئے ہو، تو وہ ایک گڑھا کھودے تاکہ پیشانی کا صحیح حصہ زمین پر آ جائے۔ اور اگر یہ ممکن نہ ہو تو پیشانی کے دونوں کناروں میں سے کسی ایک پر سجدہ کرے، اور اگر وہاں بھی کوئی مانع ہو تو اپنی ٹھوڑی پر سجدہ کرے۔

دوسرا: قرآن میں سجدے کی آیات پندرہ ہیں۔ ان میں سے چار واجب ہیں، اور وہ «الم»، «حم السجدة»، «النجم» اور «اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ» کی سورتوں میں ہیں۔ اور گیارہ مستحب ہیں، اور وہ «الأعراف»، «الرعد»، «النحل»، «بنی إسرائیل»، «مریم»، «الحج» میں دو مقامات، «الفرقان»، «النمل»، «ص» اور «إِذَا السَّمَاءُ انْشَقَّتْ» میں ہیں۔

---

[1] - (یعنی اپنی بائیں ران پر بیٹھے، اور اپنے دائیں پاؤں کی پشت کو بائیں پاؤں کے تلوے پر رکھے۔) (احکام الشریعہ بین السائل والمجیب، جلد دوم، کتاب الصلاۃ، ص 74)۔

[2] - (اقعاء: یہ ہے کہ اپنی سرین زمین پر رکھ کر اس طرح بیٹھے کہ دونوں پاؤں اپنے سامنے ہوں، دونوں گھٹنے چہرے کے سامنے آ جائیں، اور دونوں پنڈلیاں اور رانیں اوپر کی طرف کھڑی رہیں۔ یہ بیٹھنے کی وہ کیفیت ہے جس میں کبھی کبھی کتا بھی بیٹھتا ہے۔) (احکام الشریعہ بین السائل والمجیب، جلد دوم، کتاب الصلاۃ، ص 74)۔

اور ان چار سجدۂ واجب والی سورتوں (عزائم) میں سجدہ، پڑھنے والے اور غور سے سننے والے پر واجب ہے، جبکہ صرف سننے والے کے لیے مستحب ہے۔ اور باقی سجدوں میں ہر حال میں سجدہ مستحب ہے۔ اور ان سجدوں میں نہ تکبیر ہے، نہ تشہد، نہ سلام، نہ ان کے لیے طہارت شرط ہے، اور نہ قبلہ رخ ہونا۔ اور اگر کوئی انہیں بھول جائے تو بعد میں ادا کرے گا۔

تیسرا: شکر کے دو سجدے، نئی نعمت کے حاصل ہونے، مصیبت کے دور ہونے، اور نمازوں کے بعد مستحب ہیں، اور ان دونوں کے درمیان تعفیر کرنا بھی مستحب ہے۔ (تعفیر: دونوں رخساروں اور پیشانی کو زمین پر رکھنا تعفیر کہلاتا ہے۔)

ساتواں: تشہد

اور وہ ہر دو رکعتی نماز میں ایک مرتبہ، اور ہر تین رکعتی اور چار رکعتی نماز میں دو مرتبہ واجب ہے۔ اور اگر کوئی شخص دونوں تشہد، یا ان میں سے کسی ایک میں بھی جان بوجھ کر خلل ڈالے تو اس کی نماز باطل ہو جائے گی۔

اور ان دونوں میں سے ہر ایک میں پانچ امور واجب ہیں:

تشہد میں پانچ چیزیں واجب ہیں:

تشہد کی مقدار کے برابر بیٹھنا، دونوں شہادتیں پڑھنا، نبی اکرم (ص) اور آپ (ص) کی آل پر درود بھیجنا۔

اور دونوں شہادتوں کی صورت یہ ہے: اَشْهَدُ اَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ پھر نبی اکرم (ص) اور آپؐ کی آل پر درود بھیجے اور کہے: اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ اور جو شخص تشہد صحیح طور پر ادا نہ کر سکتا ہو، وقت کی تنگی کی صورت میں جتنا اسے آتا ہو اتنا ادا کرے، پھر اس پر واجب ہے کہ جو حصہ اسے نہیں آتا اسے سیکھے۔

تشہد کے مستحبات

اور اس باب میں مستحب ہے

کہ تورک کی حالت میں بیٹھے، اور اس کی کیفیت یہ ہے کہ اپنی بائیں ران پر بیٹھے، اور اپنے دونوں پاؤں کو ایک طرف نکالے، اس طرح کہ بائیں پاؤں کی پشت زمین کی طرف ہو، اور دائیں پاؤں کی پشت بائیں پاؤں کے تلوے پر ہو، اور واجب مقدار سے زیادہ حمد و ثنا اور دعا پڑھے۔

آٹھواں: سلام

اور یہ واجب ہے، اور نمازی صرف اسی کے ذریعے نماز سے خارج ہوتا ہے، اور وہ یوں کہے: اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ ۔ [1]

سلام کے مستحبات

اور اس باب میں مستحب یہ ہے

کہ منفرد قبلہ رخ ایک سلام کہے، اور اپنی آنکھوں کے کناروں سے دائیں طرف اشارہ کرے۔ اور امام بھی اپنے چہرے کو دائیں جانب پھیر کر اشارہ کرے، اسی طرح مقتدی بھی۔ پھر اگر اس کے بائیں جانب کوئی شخص موجود ہو تو دوسرے سلام کے ساتھ اپنے چہرے کو بائیں جانب پھیر کر بھی اشارہ کرے۔

اور نماز میں پانچ امور مستحب ہیں:

پہلا: تکبیرۂ احرام کے علاوہ جو چھ تکبیریں اضافہ کی جاتی ہیں، ان میں ہر دو تکبیروں کے بعد دعا کرنا، اس طرح کہ تین تکبیریں کہے، پھر دعا کرے، [2] پھر دو تکبیریں کہے، پھر دعا کرے، [3] پھر دو تکبیریں کہےاور توجہ کرے، [4] اور ان سات میں پہلی تکبیرۃ الاحرام ہے، اسی کے ساتھ نماز کی نیت کرے گا، اور نماز کا آغاز بھی اسی سے ہو گا۔

---

[1] - البتہ سلام سے پہلے « اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ...»، « اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلَىٰ عِبَادِ اللَّهِ...» کہنا نماز میں کوئی خلل پیدا نہیں کرتا، اور سلام سے پہلے وہ جو دعا چاہے پڑھ سکتا ہے۔ (احکام الشریعہ بین السائل والمجیب، جلد دوم، کتاب الصلاۃ، ص 77)

[2] - « اَللَّهُمَّ أَنْتَ الْمَلِكُ الْحَقُّ، لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ، سُبْحَانَكَ إِنِّي ظَلَمْتُ نَفْسِي، فَاغْفِرْ لِي ذَنْبِي، إِنَّهُ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلَّا أَنْتَ» (احکام الشریعہ بین السائل والمجیب، جلد دوم، کتاب الصلاۃ، ص 78)

[3] -« لَبَّيْكَ وَسَعْدَيْكَ، وَالْخَيْرُ فِي يَدَيْكَ، وَالشَّرُّ لَيْسَ إِلَيْكَ، وَالْمَهْدِيُّ مَنْ هَدَيْتَ، لَا مَلْجَأَ مِنْكَ إِلَّا إِلَيْكَ، سُبْحَانَكَ وَحَنَانَيْكَ، تَبَارَكْتَ وَتَعَالَيْتَ، سُبْحَانَكَ رَبَّ الْبَيْتِ» (احکام الشریعہ بین السائل والمجیب، جلد دوم، کتاب الصلاۃ، ص 78)

[4] - «وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِي فَطَرَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ، عَالِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ، حَنِيفًا مُسْلِمًا، وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ. إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ، لَا شَرِيكَ لَهُ، وَبِذَلِكَ أُمِرْتُ، وَأَنَا مِنَ الْمُسْلِمِينَ». پھر « اَعُوذُ بِاللَّهِ» کہتا ہے اور سورۂ حمد پڑھنا شروع کرتا ہے۔ (احکام الشریعہ بین السائل والمجیب، جلد دوم، کتاب الصلاۃ، ص 78)

دوسرا: قنوت، اور وہ ہر دوسری رکعت میں رکوع سے پہلے، اور قراءت کے بعد ہے۔ اور مستحب ہے کہ منقولہ اذکار کے ساتھ دعا کرے، ورنہ جو چاہے دعا کرے،

اور اس کی کم از کم مقدار تین تسبیحات ہیں۔ اسی طرح ہر نماز کے آخری رکوع کے بعد بھی قنوت پڑھنا مستحب ہے۔ اور نمازِ جمعہ میں دو قنوت ہیں: پہلی رکعت میں رکوع سے پہلے، اور دوسری رکعت میں رکوع کے بعد۔ اور اگر اسے بھول جائے تو رکوع کے بعد اس کی قضا کرے۔

تیسرا: قیام کی حالت میں اپنی نگاہ کو سجدے کی جگہ پر رکھے، قنوت کی حالت میں دونوں ہتھیلیوں کے باطن کی طرف، رکوع کی حالت میں دونوں پاؤں کے درمیان، اور سجدے کی حالت میں ناک کے سرے کی طرف، اور تشہد کی حالت میں اپنی گود کی طرف رکھے۔ اور افضل یہ ہے کہ نماز میں اس کی نگاہ جھکی ہوئی ہو۔

چوتھا: ہاتھوں کو مناسب حالت میں رکھنا، اس طرح کہ قیام کی حالت میں دونوں ہاتھ رانوں پر گھٹنوں کے برابر ہوں، قنوت کی حالت میں چہرے کے سامنے ہوں، رکوع کی حالت میں گھٹنوں پر ہوں، سجدے کی حالت میں کانوں کے برابر ہوں، اور تشہد کی حالت میں رانوں پر ہوں۔

پانچواں: تعقیب، اور اس کی کم از کم مقدار تین تکبیریں ہیں، اور انہیں کسی حال میں ترک نہ کیا جائے، کیونکہ یہ حج کے دس اعمال کی تکمیل اور معرفت کا کمال ہیں۔[1] اور اس کی افضل صورت **تسبیح حضرت زہراء (علیہا السلام)** ہے، پھر وہ دعائیں جو مروی ہیں، اور اگر وہ میسر نہ ہوں تو جو ممکن ہو۔

خاتمہ: نماز کو باطل کرنے والی چیزیں

یہ دو قسم کی ہیں:

پہلی قسم: وہ چیزیں جو جان بوجھ کر (عمداً)، یا بھولے سے (سہواً) دونوں صورتوں میں نماز کو باطل کر دیتی ہیں، اور وہ ہر وہ چیز ہے جو طہارت کو باطل کر دیتی ہے، خواہ وہ اختیار سے واقع ہو یا بے اختیار، جیسے پیشاب،

---

[1] - اس بارے میں مزید معلومات کے لیے کتاب تشابہات، جلد سوم، سوال نمبر 93 کی طرف رجوع کریں۔

پاخانہ، اور ان جیسے دیگر امور جو وضو[1] کو باطل کر دیتی ہیں، نیز جنابت، حیض، اور ان جیسے دیگر امور جو غسل کو واجب کرنے والے ہیں۔[2]

دوسری قسم: وہ چیزیں جو صرف عمداً نماز کو باطل کرتی ہیں، اور وہ یہ ہیں: دائیں ہاتھ کو بائیں پر رکھنا، پیچھے کی طرف مڑ کر دیکھنا، دو حروف یا اس سے زیادہ حروف بولنا سوائے اس کے کہ رکعتوں کی تعداد کے بارے میں امام کو متنبہ کرنے کے لیے ہو، تو نماز باطل نہیں ہوتی، جیسے اگر امام نے ظہر تین رکعت پڑھیں، پھر تشہد و سلام کہہ دیا، تو مقتدی امام کو متنبہ کرنے کے لیے کہے: "ہم نے تو صرف تین رکعتیں پڑھی ہیں۔"، تو مقتدی پر کوئی اشکال نہیں اگر وہ امام کو متنبہ کرنے کے بعد امام کے ساتھ کھڑا ہو کر چوتھی رکعت مکمل کرے اور قہقہہ لگانا، اور نماز کے افعال کے علاوہ کوئی زیادہ عمل کرنا، اور دنیاوی امور پر رونا، اور زیادہ کھانا پینا۔

البتہ تھوڑا سا کھانا یا پینا نماز کو نقصان نہیں پہنچاتا، جیسے منہ میں باقی رہ جانے والا کھانے کا ذرا سا حصہ، یا نمازِ وتر میں پانی پینا اس شخص کے لیے جسے پیاس لگ گئی ہو، اور وہ اس رات کے بعد والی صبح روزہ رکھنے کا ارادہ رکھتا ہو، لیکن شرط یہ ہے کہ وہ قبلے کی طرف پشت نہ کرے۔ اور مرد کے لیے بالوں کو لپیٹ کر باندھنا مکروہ ہے۔

نماز کے مکروہات

(اور نمازی کے لیے چند امور) مکروہ ہیں:

دائیں یا بائیں مڑ کر دیکھنا، اور جمائی لینا، اور انگڑائی لینا، بے مقصد حرکتیں کرنا، سجدے کی جگہ پر پھونک مارنا، اور سینے اور گلے سے بلغم نکالنا، اور تھوکنا، اور انگلیاں چٹخانا، یا آہ بھرنا، یا ایک حرف کے ساتھ کراہنا، یا پیشاب، اور پاخانے اور ریح کو روک کر نماز پڑھنا۔ اور اگر اس کا موزہ تنگ ہو تو نماز کے لیے اسے اتار لینا مستحب ہے۔

---

[1] ۔ مثلاً ہوا خارج ہونا، نیند آ جانا، یا بے ہوش ہو جانا۔ (احکام الشریعہ بین السائل والمجیب، جلد دوم، کتاب الصلاۃ، ص 82)

[2] ۔مثلاً نفاس، استحاضہ، اور میت کو چھونے کی وجہ سے واجب ہونے والا غسل (مس میت)۔ (احکام الشریعہ بین السائل والمجیب، جلد دوم، کتاب الصلاۃ، ص 82)

چار مسائل ہیں:

پہلا: اگر آدمی کو نماز میں چھینک آئے تو اس کے لیے مستحب ہے کہ وہ اللہ کی حمد کرے، اور اسی طرح اگر کسی دوسرے کو چھینک آئے تو اس کے لیے اس کو "یرحمک اللہ" کہنا مستحب ہے۔

دوسرا: اگر کوئی اسے سلام کرے تو اس کے لیے جائز ہے کہ اسی کے مثل جواب دے، یعنی کہے: **"سلام علیکم"**، اور **"وعلیکم السلام"** نہ کہے۔

تیسرا: نمازی کے لیے جائز ہے کہ ہر ایسی دعا کرے جس میں تسبیح، تحمید، یا دنیا و آخرت کے مباح امور میں سے کسی چیز کی طلب ہو، چاہے وہ کھڑا ہو، اور بیٹھا ہو، اور رکوع میں ہو یا سجدے میں ہو۔ اور کسی حرام چیز کا طلب کرنا جائز نہیں، اور اگر اس نے اس کی حرمت جانتے ہوئے ایسا کرے تو اس کی نماز باطل ہو جائے گی۔

چوتھا: نمازی کے لیے جائز ہے کہ اپنی نماز توڑ دے اگر اسے اپنے مال کے ضائع ہونے کا خوف ہو، یا کسی مقروض کے بھاگ جانے کا اندیشہ ہو، یا کسی بچے کے گرنے کا خطرہ ہو، اور اس جیسی کسی اور صورت کا خوف ہو۔ اور اختیاری حالت میں (اپنی مرضی سے) نماز توڑنا جائز نہیں۔[1]

[1] - اگر نماز کے دوران اس سے کوئی ایسا کام سرزد ہو جائے جس کے بارے میں اسے شک ہو کہ آیا اس سے نماز باطل ہوتی ہے یا نہیں، تو محض شک کی وجہ سے وہ نماز نہیں توڑ سکتا۔ (احکام الشریعہ بین السائل والمجیب، جلد دوم، کتاب الصلاۃ، ص 84)

تیسرا رکن: باقی نمازوں

اور اس میں چند فصلیں ہیں:

پہلی فصل: نمازِ جمعہ کے بیان میں ہے۔

اور اس میں تین امور زیرِ بحث ہیں: نمازِ جمعہ، وہ افراد جن پر نمازِ جمعہ واجب ہے، اور اس کے آداب۔

پہلا: نمازِ جمعہ

نمازِ جمعہ، نمازِ صبح کی طرح دو رکعت ہے، اور اس کے ساتھ نمازِ ظہر ساقط ہو جاتی ہے، اور ان دونوں رکعتوں میں جہر مستحب ہے۔ اور یہ زوالِ شمس کے وقت واجب ہوتی ہے، نمازِ جمعہ کا وقت، نمازِ ظہر کے وقت کے باقی رہنے تک جاری رہتا ہے۔ [1]

اور اگر وقت نکل جائے، جبکہ وہ نمازِ جمعہ میں مشغول ہو، تو خواہ وہ امام ہو یا مقتدی، اپنی نمازِ جمعہ مکمل کرے گا۔ اور وقت گزر جانے سے نماز جمعہ فوت ہو جاتی ہے، پھر اس کی قضاء جمعہ کے طور پر نہیں کی جائے گی بلکہ ظہر کی قضاء کی جائے گی۔ اور اگر جمعہ واجب ہو جائے پھر اس نے نماز ظہر پڑھ لی ہو تو اس پر نماز جمعہ کے لیے جانا واجب ہے، پس اگر وہ نمازِ جمعہ پا لے تو ٹھیک، ورنہ وہ نماز ظہر کو دوبارہ پڑھے گا اور وہ پہلی نماز کافی نہیں ہو گی۔ اور اگر اسے یقین ہو کہ وقت خطبہ اور دو مختصر رکعتوں کے لیے کافی ہے تو نماز جمعہ واجب ہے، اور اگر اسے یقین ہو یا غالب گمان ہو کہ وقت اس کے لیے کافی نہیں تو نماز جمعہ فوت ہو چکی ہے اور وہ نماز ظہر پڑھے گا۔ اور اگر وہ نماز کے آغاز میں خطبہ میں حاضر نہ ہو سکا، لیکن امام کے ساتھ ایک رکعت پا لے تو جمعہ ادا کرے گا، اور اسی طرح اگر وہ دوسری رکعت میں امام کو رکوع میں پا لے۔ اور اگر اس نے تکبیر کہی، پھر رکوع کیا اس کے بعد اسے شک ہو کہ امام رکوع میں تھا یا رکوع سے سر اٹھا چکا تھا تو اس کی نمازِ جمعہ نہیں ہو گی، اور وہ نمازِ ظہر پڑھے گا۔

---

[1] - ظہر کے وقت کے ختم ہونے سے مراد یہ ہے کہ غروبِ آفتاب میں اتنا وقت باقی رہ جائے جس میں صرف نمازِ عصر پڑھی جا سکے۔

نکتہ: نمازِ جمعہ کا دورانیہ معمول کے مطابق ہونا چاہیے؛ نہ اتنا طویل کہ تھکا دینے والا ہو، اور نہ اتنا مختصر کہ اس کے ارکان میں خلل پیدا ہو۔ (احکام الشریعہ بین السائل والمجیب، جلد دوم، کتاب الصلاۃ، ص 86)

پھر نمازِ جمعہ صرف چند شرطوں کے ساتھ واجب ہوتی ہے:

پہلی شرط: عادل سلطان (امامِ معصوم علیہ السلام) یا وہ شخص جسے انہوں نے معین کیا ہو۔ پس اگر نماز کے دوران امام کا انتقال ہو جائے تو جمعہ باطل نہیں ہوتی، اور جماعت کے لیے جائز ہے کہ وہ کسی ایسے شخص کو آگے کر دے جو ان کی نماز مکمل کرائے۔[1] اور اسی طرح اگر منصوب و معین شدہ امام کو کوئی ایسا عارض لاحق ہو جائے جو نماز کو باطل کر دیتا ہو، جیسے بے ہوشی، جنون یا حدث۔

دوسری شرط: تعداد، اور وہ پانچ افراد ہے، جن میں امام بھی شامل ہے۔[2] پس اگر خطبے کے دوران یا اس کے بعد، نماز میں مشغول شروع کرنے سے پہلے لوگ منتشر ہو جائیں تو وجوب ساقط ہو جاتا ہے، لیکن اگر وہ نماز میں داخل ہو چکے ہوں اگرچہ صرف تکبیر کہہ کر، تو نماز کو مکمل کرنا واجب ہے اگرچہ صرف ایک ہی شخص باقی رہ جائے۔

تیسری شرط: دو خطبے، اور ان میں سے ہر ایک میں یہ امور واجب ہیں:

اللہ تعالی کی حمد،

اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ اور ان کی آل پر درود،

وعظ و نصیحت،

اور قرآن کی ایک مختصر سورت یا ایک آیت کی تلاوت۔

اور ان (علیہم السلام) سے مروی ہے: وہ اللہ کی حمد و ثناء بیان کرے، پھر تقوائے الٰہی کی وصیت کرے، اور قرآن کی کوئی مختصر سورت پڑھے، پھر وہ بیٹھ جائے، پھر کھڑا ہو کر اللہ کی حمد و ثناء بیان کرے، اور نبی اور ان

---

[1] - یہ ضروری نہیں کہ جس شخص کو آگے بھیجا جائے اسے تمام مقتدی منتخب کریں، بلکہ اگر چند افراد اسے آگے بڑھنے کا اشارہ کر دیں تو یہی کافی ہے، اور وہ وہیں سے نماز جاری رکھے گا، اسے نماز دوبارہ شروع کرنے کی ضرورت نہیں۔ (احکام الشریعہ بین السائل والمجیب، جلد دوم، کتاب الصلاۃ، ص 87)

[2] - نمازِ جمعہ کی مقررہ تعداد عورتوں کی شرکت سے بھی پوری ہو جاتی ہے، لیکن نابالغ ممیّز بچے کی شرکت سے پوری نہیں ہوتی۔ اگر ظہر کی اذان کے وقت ان کی تعداد پانچ افراد تک نہ پہنچے، تو ان پر نمازِ جمعہ واجب نہیں، اور وہ نمازِ ظہر پڑھ سکتے ہیں۔ البتہ اگر انہیں مزید افراد کے آنے اور تعداد پانچ ہونے کی امید ہو، تو انتظار کرنا بہتر ہے۔ اور اگر وہاں امامِ معین موجود نہ ہو، تو نمازِ جمعہ مستحب ہے، لیکن اگر کسی دوسرے مقام پر امام (ع) کی طرف سے مقرر کردہ امام موجود ہو، تو انہیں نمازِ جمعہ ادا کرنے کے لیے وہاں جانا چاہیے۔ (احکام الشریعہ بین السائل والمجیب، جلد دوم، کتاب الصلاۃ، ص 88، 92)

کی آل پر، اور مسلمانوں کے ائمہ پر درود بھیجے، اور مؤمن مردوں، اور مؤمن عورتوں کے لیے استغفار کرے۔ اور دونوں خطبے زوالِ شمس سے پہلے بھی ادا کرنا جائز ہے، اس طرح کہ جب وہ خطبوں سے فارغ ہو تو زوالِ شمس ہو چکا ہو۔ اور واجب ہے کہ خطبہ نماز سے پہلے ہو، پس اگر اس نے نماز سے ابتداء کی تو نماز جمعہ صحیح نہیں ہو گی۔ اور واجب ہے کہ خطیب قدرت کی حالت میں خطبہ دیتے وقت کھڑا ہو، اور دونوں خطبوں کے درمیان مختصر سی نشست کے ذریعے فاصلہ کرنا واجب ہے۔ اور دونوں خطبوں میں امام کے لیے طہارت واجب ہے، مقتدیوں کے لیے نہیں۔ اور اگر خطبے کے دوران اس سے حدث واقع ہو جائے تو وہ طہارت حاصل کرے، اور وہیں سے خطبہ جاری رکھے۔ اور واجب ہے کہ وہ اپنی آواز اس قدر بلند کرے کہ مقررہ تعداد یا اس سے زیادہ لوگ، اسے سن سکیں۔

چوتھی شرط: جماعت، پس نمازِ جمعہ فرادیٰ صحیح نہیں، اور جب اصل امام (یعنی امامِ معصوم علیہ السلام) حاضر ہوں تو ان پر خود حاضر ہونا، اور امامت کرنا واجب ہے، اور اگر کوئی مانع آ جائے تو ان کے لیے جائز ہے کہ کسی کو اپنا نائب مقرر دیں۔

پانچویں شرط: یہ کہ دو نماز جمعہ ایسی نہ ہوں جن کے درمیان (5.5 کلومیٹر) سے کم فاصلہ ہو۔ پس اگر دونوں ایک ساتھ قائم ہو جائیں تو دونوں باطل ہوں گی، اور اگر ان میں سے ایک پہلے شروع ہو جائے، اگرچہ صرف تکبیرۃ الاحرام کے ساتھ ہی کیوں نہ ہو تو بعد والی نماز جمعہ باطل ہو جائے گی، اور اگر یہ معلوم نہ ہو سکے کہ کون سی پہلے قائم ہوئی تھی تو دونوں جماعتیں نمازِ ظہر پڑھیں گی۔

دوسرا: ان افراد کے بارے میں جن پر نمازِ جمعہ واجب ہے

اور اس میں سات شرطوں کا لحاظ کیا جائے گا:

مکلّف ہونا،

اور مرد ہونا،

اور آزاد ہونا،

اور حالت حضر میں ہونا،

اور نابینائی، اور بیماری اور لنگڑے پن سے سالم ہونا،

اور ایسا بوڑھا نہ ہو جو نمازِ جمعہ میں حاضر ہونے سے عاجز ہو،

اور اس کے، اور نماز جمعہ کی جگہ کے درمیان (11 کلومیٹر) سے زیادہ فاصلہ نا ہو۔ اور یہ تمام افراد اگر تکلف کر کے حاضر ہو جائیں، تو ان پر جمعہ واجب ہو جاتی ہے اور ان کی شرکت سے جمعہ منعقد بھی ہو جاتی ہے، سوائے اس شخص کے جو دائرۂ تکلیف سے خارج ہو۔ اور اگر کافر حاضر ہو تو اس کی نماز صحیح نہیں ہو گی، اور نہ ہی اس کی شرکت سے نماز جمعہ منعقد ہو گی، اگرچہ نماز جمعہ اس پر واجب ہے۔ اور نماز جمعہ اہلِ سواد (بستیوں و شہر کے گرد و نواح والوں) پر بھی واجب ہے، جیسے اہلِ شہر پر، بشرطیکہ تمام شرائط پوری ہوں، اور اسی طرح خیموں میں رہنے والوں، جیسے اہلِ بادیہ، پر بھی (نمازِ جمعہ واجب ہے)، جب وہ مستقل طور پر مقیم ہوں۔

اور یہاں چند مسائل ہیں:

پہلا: جس شخص کا کچھ حصہ آزاد ہو چکا ہو اس پر نماز جمعہ واجب نہیں، اور اگر اس کا مالک نے اس کے لیے باری مقرر کی ہو، تب بھی اس پر نماز جمعہ واجب نہیں ہو گا، اگرچہ اتفاق سے جمعہ اسی کے دن واقع ہو۔ اسی طرح مُکاتَب[1]، اور مُدبَّر[2] کا بھی یہی حکم ہے۔

دوسرا: جس شخص سے نمازِ جمعہ ساقط ہو، وہ نمازِ ظہر کو اس کے اول وقت میں پڑھ سکتا ہے، اور اس پر لازم نہیں کہ اسے اس وقت تک مؤخر کرے جب تک نمازِ جمعہ کا وقت گزر نہ جائے، بلکہ تاخیر مستحب بھی نہیں مگر اس صورت میں کہ اسے گمان ہو کہ وہ نماز جمعہ میں حاضر ہو جائے گا۔ اور اگر بعد میں جمعہ میں حاضر ہو جائے تو اس پر جمعہ واجب ہو جائے گی۔

تیسرا: جب سورج زوال کر جائے تو نمازِ جمعہ کے لیے روانہ ہونا جائز نہیں، اور طلوعِ فجر کے بعد اس کے لیے روانہ ہونا مکروہ ہے۔

چوتھا: خطبہ توجہ سے سننا واجب ہے، اور اس کے دوران گفتگو کرنا بھی حرام ہے، لیکن اس سے نماز جمعہ باطل نہیں ہوتی۔

---

[1] - مکاتب: وہ غلام جس نے اپنے مالک سے اس بات کا معاہدہ کیا ہو کہ ایک مقررہ رقم ادا کر کے آزاد ہو جائے، لیکن ابھی مکمل طور پر آزاد نہ ہوا ہو۔ (احکام الشریعہ بین السائل والمجیب، جلد دوم، کتاب الصلاۃ، ص 93)

[2] - مدبّر: وہ غلام جس سے اس کے مالک نے کہا ہو کہ میرے مرنے کے بعد تم آزاد ہو جاؤ گے۔ (احکام الشریعہ بین السائل والمجیب، جلد دوم، کتاب الصلاۃ، ص 93)

پانچواں: امامِ جمعہ میں یہ شرائط معتبر ہیں: 1- عقل کا کامل ہونا، 2- اور ایمان، 3- اور عدالت، 4- اور طہارتِ مولد (پاکیزہ نسب ہونا)، 5- اور اگر مقتدیوں میں مرد ہوں تو امام کا مرد ہونا۔ اور نیز امام کا غلام ہونا جائز ہے،

اور یہ بھی جائز ہے کہ وہ برص یا جذام میں مبتلا ہو۔

اور اسی طرح نابینا، بلکہ بہرا، اور گونگا شخص بھی امام بن سکتا ہے، بشرطیکہ وہ بہرے اور گونگے لوگوں کی امامت کرے، اور خطبہ اشارے سے دے۔ اس صورت میں ان کے علاوہ دوسروں کا حاضر ہونا واجب نہیں۔

چھٹا: مسافر اگر کسی شہر میں دس دن یا اس سے زیادہ قیام کی نیت کرے تو اس پر نماز جمعہ واجب ہو جاتی ہے، اور اسی طرح اگر قیام کی نیت نہ کرے لیکن ایک ہی شہر میں اس پر تیس دن گزر جائیں، تو بھی اس پر نمازِ جمعہ واجب ہو جاتی ہے۔

ساتواں: جمعہ کے دن دوسری اذان دینا بدعت ہے۔[1]

آٹھواں: جمعہ کے دن اذان کے بعد خرید وفروخت حرام ہے، پس اگر کوئی خرید وفروخت کرے تو گناہ گار ہوگا، لیکن خرید وفروخت صحیح ہوگی۔ اور اگر معاملہ کرنے والوں میں سے ایک ایسا ہو جس پر نماز جمعہ کے لیے جانا واجب نہ ہو، تو اس کے اعتبار سے خرید وفروخت جائز ہوگی، اور دوسرے کے اعتبار سے حرام ہوگی۔

نواں: اگر امام موجود نہ ہو، اور نہ ہی اس نے نماز کے لیے کسی کو مقرر کیا ہو، اور لوگوں کا جمع ہونا ممکن ہو، تو جمعہ پڑھنا مستحب ہے۔

دسواں: اگر مقتدی شدید ازدحام کی وجہ سے پہلی رکعت میں امام کے ساتھ سجدہ نہ کر سکے، تو اگر وہ دوسری رکعت کے رکوع سے پہلے سجدہ کر کے امام سے جا ملے تو اس کی نماز صحیح ہے،

ورنہ وہ صرف سجدوں میں امام کی متابعت پر اکتفاء کرے گا؛ یعنی امام دوسری رکعت کے دونوں سجدے کرے، اور وہ پہلی رکعت کے دو سجدے کرے، اور اگر اس نے لاعلمی یا بھول کی وجہ سے ان دونوں سجدوں کو دوسری رکعت کی نیت سے انجام دیا ہو تو اس سے کوئی نقصان نہیں ہوگا، اور وہ پھر اپنی دوسری رکعت مکمل کرے گا۔

---

[1] - مراد جمعہ کے دن دوسری اذان سے وہ اذان ہے جو خطبوں کے بعد دی جاتی ہے، اور یہ بدعت ہے؛ البتہ جمعہ کے دن نمازِ عصر کے لیے اذان دینا حرام نہیں ہے۔ alljnahalfkheah@yahoo.com (مترجم)

نمازِ جمعہ کے آداب

غسل کرنا،

اور بیس رکعت نفل پڑھنا: سورج کے پھیلنے کے وقت چھ رکعت، اس کے بلند ہونے کے وقت چھ رکعت، زوال سے پہلے چھ رکعت، اور زوال کے وقت دو رکعت۔ [1]

اور اگر نوافل کو زوال کے بعد تک مؤخر کرے تو بھی جائز ہے، لیکن ان کو زوال سے پہلے ادا کرنا افضل ہے۔ اور اگر دو فرض نمازوں کے درمیان [2] چھ رکعت نفل ادا کرے تو بھی جائز ہے۔

اور نمازی کے لیے مستحب ہے کہ سر منڈوانے، ناخن تراشنے، اور مونچھیں کتروانے کے بعد صبح سویرے جامع مسجد کی طرف جائے، اس حال میں کہ وہ سکون و وقار کے ساتھ ہو، اور وہ خوشبو لگائے ہوئے ہو، اور وہ اپنے بہترین کپڑے پہنے ہوئے ہو، اور وہ روانہ ہونے سے پہلے دعا کرے۔

خطیب

اور مستحب ہے کہ خطیب فصیح و بلیغ ہو،

اور نمازوں کو ان کے اول وقت میں ادا کرنے کا پابند ہو۔

اور خطیب کے لیے مکروہ ہے:

خطبے کے دوران خطبے کے علاوہ کوئی اور گفتگو کرنا۔

اور اس کے لیے مستحب ہے:

گرمی ہو یا سردی عمامہ باندھے،

اور وہ یمانی چادر اوڑھے،

اور کسی چیز پر سہارا لے،

اور سب سے پہلے سلام کرے،

---

[1] - طلوعِ آفتاب سے لے کر ظہر کی اذان تک کے وقت کو تین حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے: پہلا حصہ سورج کے طلوع ہونے کا وقت ہے، دوسرا حصہ سورج کے بلند ہونے کا وقت ہے، اور تیسرا حصہ زوال سے پہلے کا وقت ہے۔ (احکام الشریعہ بین السائل والمجیب، جلد دوم، کتاب الصلاۃ، ص 95)

[2] - نمازِ ظہر و عصر، یا نمازِ جمعہ و عصر۔ (مترجم)

اور وہ خطبے شروع کرنے سے پہلے بیٹھے۔

اور اگرامام نے پہلی رکعت میں کسی دوسری سورت کی قراءت شروع کر دی ہو تو اسے چاہیے کہ سورۂ الجمعۃ کی طرف عدول کرے، اور اسی طرح دوسری رکعت میں سورۂ المنافقون کی طرف عدول کرے، جب تک وہ آدھی سورت سے آگے نہ بڑھ چکا ہو، سوائے سورۂ الجحد، اور التوحید کے۔ [1]

جمعہ کے دن

اور جمعہ کے دن نماز ظہر کو جہر کے ساتھ پڑھنا مستحب ہے،

اور جو شخص نماز ظہر ادا کرے، اس کے لیے افضل یہ ہے کہ وہ اسے مسجدِ اعظم میں ادا کرے۔

اور اگر امامِ جمعہ ایسا ہو جس کی اقتداء نہ کی جاسکتی ہو [2] تو مقتدی کے لیے جائز ہے کہ وہ اپنی نماز امام سے پہلے ادا کر لے، اور اگر وہ امام کے ساتھ دو رکعت پڑھ لے، [3] پھر امام کے سلام پھیرنے کے بعد انہیں ظہر کے طور پر مکمل کرے تو یہ افضل ہے۔

دوسری فصل: نمازِ عیدین (عید فطر اور قربان)

اور اس میں دو امور زیرِ بحث ہیں: خود نمازِ عیدین اور اس کی سنتیں۔

اور نمازِ عیدین، امام (علیہ السلام) کی موجودگی میں، انہی شرائط کے ساتھ واجب ہے جو نمازِ جمعہ کے لیے معتبر ہیں۔ [4] اور اور اسے جماعت کے ساتھ ادا کرنا واجب ہے، اور عذر کے بغیر اس سے روگردانی کرنا جائز نہیں، البتہ عذر کی صورت میں اسے مستحب کے طور پر فرادیٰ پڑھنا جائز ہے۔

اور اگر شرائط میں خلل پیدا ہو جائے تو وجوب ساقط ہو جاتا ہے، اور اسے جماعت کے ساتھ، اور فرادیٰ دونوں صورتوں میں ادا کرنا مستحب ہو جاتا ہے۔

---

[1] - اگر اس نے سورۂ کافرون یا سورۂ توحید پڑھنا شروع کر دی ہو، تو اسے چھوڑ کر اس کی جگہ سورۂ جمعہ یا سورۂ منافقون نہیں پڑھ سکتا۔ (احکام الشریعہ بین السائل والمجیب، جلد دوم، کتاب الصلاۃ، ص 95)

[2] - مثلاً وہ حق پر ایمان نہ رکھتا ہو، یا۔۔۔ (احکام الشریعہ بین السائل والمجیب، جلد دوم، کتاب الصلاۃ، ص 96)

[3] - اس کی نیت فرادیٰ نماز کی ہوتی ہے، لیکن وہ اپنی حرکات امام کے ساتھ ہی انجام دیتا ہے۔ (احکام الشریعہ بین السائل والمجیب، جلد دوم، کتاب الصلاۃ، ص 96)

[4] - امامِ معصوم (ع) یا ان کے نمائندے کی موجودگی، کم از کم پانچ افراد کا ہونا، نماز جماعت کیساتھ پڑھنا، دو خطبے دینا، اور دو نمازِ جمعہ کے درمیان ساڑھے پانچ کلومیٹر سے زیادہ فاصلہ ہونا۔ (احکام الشریعہ بین السائل والمجیب، جلد دوم، کتاب الصلاۃ، ص 96)

اور اس کا وقت طلوعِ آفتاب سے زوال تک ہے، اور اگر وقت نکل جائے تو اس کی قضاء نہیں کی جائے گی۔

اور نماز عید کی کیفیت

یہ کہ وہ تکبیرۃ الاحرام کے لیے سات تکبیریں کہے، پھر سورۂ حمد، اور ایک سورت پڑھے، اور افضل یہ ہے کہ سورۂ "الاعلی" پڑھے، پھر قراءت کے بعد تکبیر کہے اور مقررہ طریقے کے مطابق قنوت پڑھے[1] یہاں تک کہ پانچ قنوت مکمل ہو جائیں، پھر تکبیر کہہ کر رکوع کرے۔

پھر جب دونوں سجدے کر لے تو وہ کھڑا ہو، سورۂ حمد، اور ایک سورت پڑھے، اور افضل یہ ہے کہ سورۂ "الغاشیۃ" پڑھے، پھر چار تکبیریں کہے، اور ان کے درمیان چار قنوت پڑھے، پھر رکوع کے لیے پانچویں تکبیر کہے اور رکوع کرے۔

پس معمول کی تکبیروں کے علاوہ نو زائد تکبیریں ہوتی ہیں: اس طرح پہلی رکعت میں پانچ اور دوسری رکعت میں چار زائد تکبیریں ہوتی ہیں، جبکہ ان میں تکبیرۃ الاحرام، چھ معمول کی تکبیریں، دونوں رکوعوں کی تکبیریں، اور سجدوں کی تکبیریں شامل نہیں ہیں۔

اور نماز عید کی سنتیں

اسے کھلے میدان میں ادا کرنا، سوائے مکہ کے،[2] اور زمین پر سجدہ کرنا، اور مؤذنوں کا تین مرتبہ **"الصلاۃ"** کہنا، کیونکہ پانچ فرض نمازوں کے علاوہ کسی اور نماز کے لیے اذان نہیں ہے۔ اور امام کا ننگے پاؤں، اور سکون و وقار کے ساتھ اللہ سبحانہٗ کا ذکر کرتے ہوئے پیدل نکلنا۔ اور عیدالفطر میں نماز کے لیے نکلنے سے پہلے کھانا، اور عیدالاضحیٰ میں واپسی کے بعد اپنی قربانی کے گوشت میں سے کھانا۔

اور عیدالفطر میں چار نمازوں کے بعد تکبیریں کہنا مستحب ہے، جن میں پہلی نماز عید کی رات نماز مغرب، اور آخری نماز، نمازِ عید ہے۔ اور عیدالاضحیٰ میں، جو شخص منیٰ میں ہو، اس کے لیے پندرہ نمازوں کے بعد

---

[1] - یعنی قنوت میں وہ دعائیں پڑھے جو اہلِ بیت (ع) سے منقول ہیں۔ (احکام الشریعہ بین السائل والمجیب، جلد دوم، کتاب الصلاۃ، ص 98)

[2] - مکہ میں بہتر یہ ہے کہ اسے مسجدِ حرام میں پڑھا جائے۔ (احکام الشریعہ بین السائل والمجیب، جلد دوم، کتاب الصلاۃ، ص 97)

تکبیریں کہنا مستحب ہے، جن کی پہلی، دس ذوالحجہ کی نمازِ ظہر ہے، جبکہ دوسرے شہروں میں دس نمازوں کے بعد تکبیریں کہی جائیں۔اور وہ یہ کہے:

اَللّٰهُ اَكْبَرُ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ، لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، وَاَللّٰهُ اَكْبَرُ، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلَىٰ مَا هَدَانَا، وَلَهُ الشُّكْرُ عَلَىٰ مَا أَوْلَانَا۔

اور عیدالاضحیٰ میں یہ اضافہ کرے:

وَرَزَقَنَا مِنْ بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ ۔

اور ہتھیار لے کر نکلنا مکروہ ہے۔اور نماز عید سے پہلے یا اس کے بعد نفل نماز نہ پڑھے، سوائے مدینہ میں مسجدِ نبوی (صلی اللہ علیہ وآلہ) کے، کیونکہ وہاں (نمازِ عید کے لیے) نکلنے سے پہلے دو رکعت نماز پڑھتا ہے۔

پانچ مسائل ہیں

پہلا: نماز عید میں زائد تکبیریں، اور قنوت واجب ہے، لیکن قنوت کے لیے کوئی مخصوص الفاظ معین نہیں ہیں، بلکہ جو دعا چاہے پڑھے، اور افضل یہ ہے کہ یہ دعا پڑھے:

(اَشْهَدُ اَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ، وَاَشْهَدُ اَنَّ عَلِيًّا وَالْأَئِمَّةَ مِنْ وُلْدِهِ حُجَجُ اللّٰهِ، وَاَشْهَدُ اَنَّ الْمَهْدِيَّ وَالْمَهْدِيِّينَ مِنْ وُلْدِهِ حُجَجُ اللّٰهِ.اَللّٰهُمَّ أَهْلَ الْكِبْرِيَاءِ وَالْعَظَمَةِ، وَأَهْلَ الْجُودِ وَالْجَبَرُوتِ، وَأَهْلَ الْعَفْوِ وَالرَّحْمَةِ، وَأَهْلَ التَّقْوَىٰ وَالْمَغْفِرَةِ، أَسْأَلُكَ فِي هٰذَا الْيَوْمِ الَّذِي جَعَلْتَهُ لِلْمُسْلِمِينَ عِيدًا، وَلِمُحَمَّدٍ (ص) ذُخْرًا وَشَرَفًا وَكَرَامَةً وَمَزِيدًا، أَنْ تُصَلِّيَ عَلَىٰ مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ كَأَفْضَلِ مَا صَلَّيْتَ عَلَىٰ عَبْدٍ مِنْ عِبَادِكَ، وَصَلِّ عَلَىٰ مَلَائِكَتِكَ وَرُسُلِكَ، وَاغْفِرْ لِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ، الْأَحْيَاءِ مِنْهُمْ وَالْأَمْوَاتِ.اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ مِنْ خَيْرِ مَا سَأَلَكَ عِبَادُكَ الْمُرْسَلُونَ، وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا عَاذَ مِنْهُ عِبَادُكَ الْمُرْسَلُونَ).

دوسرا: اگر عید، اور جمعہ ایک ہی دن واقع ہوں تو جو شخص نماز عید میں حاضر ہو چکا ہو، اسے نماز جمعہ میں حاضر ہونے کا اختیار ہے، اور امام پر لازم ہے کہ اپنے خطبے میں لوگوں کو اس بات سے آگاہ کرے۔

تیسرا: عیدین کے دونوں خطبے نماز کے بعد ہوتے ہیں، اور انہیں نماز سے پہلے دینا بدعت ہے، اور ان دونوں خطبوں کو سننا واجب ہے۔

چوتھا: منبر کو جامع مسجد سے منتقل نہیں کیا جائے گا،[1] بلکہ مستحب ہے کہ مٹی سے منبر کی مانند ایک جگہ بنائی جائے۔

پانچواں: جب سورج طلوع ہو جائے تو جس شخص پر نمازِ عید واجب ہو، اس کے لیے نمازِ عید ادا کرنے تک سفر حرام ہے، البتہ فجر کے بعد اور سورج طلوع ہونے سے پہلے سفر پر روانہ ہونا جائز ہے، لیکن مکروہ ہے۔

تیسری فصل: نمازِ کسوف (آیات)

اور اس میں اس کے اسباب، اس کی کیفیت، اور اس کے احکام پر گفتگو ہے۔

پہلا : نمازِ آیات کے اسباب

نماز آیات سورج گرہن، چاند گرہن، اور زلزلے کے وقت واجب ہوتی ہے، اور ان کے علاوہ سیاہ آندھی، اور آسمانی خوف کی دیگر علامات کے وقت بھی واجب ہوتی ہے۔

اور سورج یا چاند گرہن میں اس کا وقت گرہن کے شروع ہونے سے لے کر اس کے ختم ہونے تک ہے، پس اگر وقت اس کے لیے کافی نہ ہو تو نماز، واجب نہیں ہوتی۔ اور یہی حکم آندھیوں، اور دوسری خوفناک آسمانی حوادث کا بھی ہے۔[2] اور زلزلے کی صورت میں، اگرچہ ٹھہراؤ زیادہ دیر نہ رہے، پھر بھی واجب ہوتی ہے، اور زلزلہ ختم ہو جانے کے بعد بھی نماز ادا کی نیت سے پڑھا جائے گا۔ اور جو شخص گرہن کے بارے میں اس وقت تک نہ جان سکا کہ اس کا وقت گزر گیا، اس پر قضا واجب نہیں، مگر یہ کہ سورج یا چاند کا پورا قرص گرہن میں ڈھک گیا ہو اور سورج یا چاند گرہن کے علاوہ دیگر آیات میں قضاء واجب نہیں، اور علم ہونے کے باوجود کوتاہی کی ہو، یا بھول گیا ہو، تو تمام صورتوں میں قضا واجب ہے۔

دوسرا: نمازِ آیات کا طریقۂ ادا

وہ سات تکبیروں کے ساتھ تکبیرہ الاحرام کہے (جن میں پہلی تکبیر، تکبیرۃ الاحرام ہے، اور اس کے بعد چھ واجب تکبیریں ہیں)، پھر سورۂ حمد، اور ایک سورت پڑھے، پھر رکوع کرے، پھر سر اٹھائے ۔ اگر سورہ

---

[1] - کیونکہ، جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے، مستحب یہ ہے کہ نمازِ عید کھلے میدان میں ادا کی جائے۔ (مترجم)

[2] - اس کا وقت آیت یا حادثے کے شروع ہونے سے لے کر اس کے ختم ہونے تک ہے، اور اگر اس مدت میں نماز ادا نہ کی جائے تو نماز واجب نہیں ہوگی۔ (احکام الشریعہ بین السائل والمجیب، جلد دوم، کتاب الصلاۃ، ص 100)

مکمل نہ ہوئی ہو تو وہیں سے اس کی تلاوت جاری رکھے جہاں سے چھوڑی تھی، اور اگر سورت مکمل ہو چکی ہو تو دوبارہ سورۂ حمد پڑھے، پھر ایک سورت پڑھے، یہاں تک کہ اسی ترتیب کے مطابق پانچ رکوع مکمل ہو جائیں، پھر رکوع کرے، اور دو سجدے بجالائے۔ پھر کھڑا ہو، اور پہلی رکعت کی ترتیب کے مطابق سورۂ حمد اور ایک سورت پڑھے، [اور دو سجدے کرے]، پھر تشہد پڑھے، اور سلام کہے۔

نماز آیات کے مستحبات

اسے جماعت کے ساتھ ادا کرنا، اور نماز کو گرہن کے دورانیے کے برابر طول دینا، اور اگر نمازی، گرہن کے ختم ہونے سے پہلے نماز سے فارغ ہو جائے تو نماز کو دوبارہ ادا کرے، اور اس کے ہر رکوع کی مدت اس کی قراءت کے برابر ہو، اور وقت میں وسعت ہو تو طویل سورتیں پڑھے، اور ہر رکوع سے سر اٹھاتے وقت تکبیر کہے، سوائے پانچویں، اور دسویں رکوع کے، کیونکہ ان دونوں میں « سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ » کہے اور پانچ قنوت بجالائے۔[1]

نمازِ آیات کے احکام

اور اس کے احکام کے بارے میں تین مسائل ہیں

پہلا: اگر سورج یا چاند گرہن کسی فرض نماز کے وقت واقع ہو جائے تو انسان کو اختیار ہے کہ دونوں میں سے جس نماز کو چاہے پہلے ادا کرے، جب تک حاضر فرض نماز کا وقت تنگ نہ ہو جائے۔ لیکن اگر اس کا وقت تنگ ہو جائے تو پہلے اسی فرض نماز کو ادا کرے۔

دوسرا: اگر گرہن (چاند گرہن) نماز شب کے وقت واقع ہو جائے تو نماز آیات پہلے ادا کی جائے گی، اگرچہ اس کی وجہ سے نافلۂ شب کا وقت گزر جائے، پھر بعد میں نمازِ شب کی قضا ادا کرے گا۔

تیسرا: ضرورت کی حالت میں نمازِ آیات سواری پر یا پیدل ادا کرنا جائز ہے۔

چوتھی فصل: نمازِ میت

اور اس میں چند اقسام ہیں:

---

[1] - پہلی رکعت میں دوسرے اور چوتھے رکوع سے پہلے، اور دوسری رکعت میں چھٹے، آٹھویں اور دسویں رکوع سے پہلے۔ (احکام الشریعہ بین السائل والمجیب، جلد دوم، کتاب الصلاۃ، ص 103)

پہلی: وہ افراد جن پر نماز پڑھی جائے گی۔

اور وہ ہر وہ شخص ہے جو دونوں شہادتین کا اقرار کرنے والا ہو، یا ایسا بچہ ہو جس کی عمر چھ سال ہو اور اس پر اسلام کا حکم جاری ہوتا ہو۔ اس حکم میں مرد اور عورت، آزاد اور غلام سب برابر ہیں۔

اور جس بچے کی عمر ابھی چھ سال نہ ہوئی ہو، اگر وہ زندہ پیدا ہوا ہو، تو اس پر نماز پڑھنا مستحب ہے۔ لیکن اگر وہ مردہ پیدا ہوا ہو (سقط ہو گیا ہو)، تو اس پر نماز نہیں پڑھی جائے گی، اگرچہ اس میں روح آ چکی ہو۔

دوسری: نماز میت پڑھنے والا۔

اور میت پر نماز پڑھنے کا سب سے زیادہ حق دار وہ شخص ہے جو اس کی میراث کا سب سے زیادہ مستحق ہو۔ اور باپ بیٹے سے زیادہ حق دار ہے، اور اسی طرح بیٹا دادا، اور بھائی اور چچا سے زیادہ حق دار ہے، اور ماں باپ دونوں کی طرف سے بھائی اس بھائی سے زیادہ حق دار ہے جو صرف ایک طرف سے منسوب ہو۔ اور شوہر عورت پر نماز پڑھنے میں اس کے عصبہ رشتہ داروں سے زیادہ حق دار ہے اگرچہ وہ قریبی ہی کیوں نہ ہوں۔

اور اگر اولیاء ایک جماعت (ایک سے زیادہ) ہوں[1] تو مرد، عورت سے زیادہ حق دار ہے، اور آزاد شخص، غلام سے زیادہ حق دار ہے۔ اور ولی اس وقت تک آگے نہیں بڑھے گا جب تک اس میں امامت کی شرائط پوری نہ ہوں،[2] ورنہ کسی دوسرے کو مقدم کیا جائے گا۔

اور اگر اولیاء برابر درجے کے ہوں تو سب سے زیادہ فقیہ، پھر اس کے بعد سب سے زیادہ متقی مقدم کیا جائے گا۔ اور کسی کے لیے جائز نہیں کہ وہ ولی کی اجازت کے بغیر آگے بڑھے، خواہ اس میں امامت کی شرائط ہوں یا نہ ہوں، بشرطیکہ وہ مکلّف ہو۔

اور امامِ اصل (امامِ معصوم علیہ السلام) نماز پڑھنے میں ہر شخص سے زیادہ حق دار ہے، اور ہاشمی، غیر ہاشمی سے زیادہ حق دار ہے، اگر ولی اسے مقدم کرے، اور اس میں امامت کی شرائط موجود ہوں۔

اور عورت کا عورتوں کی امامت کرنا جائز ہے، اور مکروہ ہے کہ وہ عورتوں سے آگے کھڑی ہو، بلکہ وہ انہی کی صف میں کھڑی ہو۔ اور ننگے مردوں کا بھی یہی حکم ہے۔

---

[1] - وہ لوگ جنہیں نمازِ میت پڑھانے میں دوسروں پر ترجیح حاصل ہے۔ (مترجم)

[2] - عدالت، ایمان، پاک دامن پیدائش، بالغ ہونا، عقل مند ہونا، اور اگر مقتدیوں میں کوئی مرد موجود ہو تو امام کا مرد ہونا، اور... (احکام الشریعہ بین السائل والمجیب، جلد اوّل، کتاب الطھارۃ، ص 81)

اور ان دونوں (عورت اور برہنہ مردوں) کے علاوہ دیگر ائمہ صف سے آگے کھڑے ہوں گے، اگرچہ اقتدا کرنے والا صرف ایک ہی شخص ہو۔ اور اگر عورتیں کسی مرد کی اقتدا کریں تو وہ اس کے پیچھے کھڑی ہوں گی، اور اگر اس کے پیچھے مرد بھی ہوں تو عورتیں ان کے پیچھے کھڑی ہوں گی۔ اور اگر عورتوں میں کوئی حائضہ ہو تو مستحب ہے کہ وہ ان کی صف سے الگ کھڑی ہو۔

تیسری: نمازِ میت کا طریقۂ ادا

اور یہ پانچ تکبیروں پر مشتمل ہے، اور ان کے درمیان دعا واجب نہیں بلکہ مستحب ہے۔ اور افضل یہ ہے کہ وہ دعا پڑھی جائے جسے محمد بن مہاجر نے اپنی والدہ امِّ سلمہ سے، اور انہوں نے ابو عبداللہ (ع) سے روایت کیا ہے کہ آپ (ع) نے فرمایا:

رسولِ خدا (ص) جب کسی میت پر نماز پڑھتے تو تکبیر کہتے، اور پھر کلمۂ شہادت پڑھتے، پھر تکبیر کہتے، اور انبیاء پر درود بھیجتے، اور دعا کرتے، پھر تکبیر کہتے، اور مؤمنین کے لیے دعا کرتے، پھر چوتھی تکبیر کہتے، اور میت کے لیے دعا کرتے، پھر [پانچویں] تکبیر کہتے، اور نماز ختم کر دے۔

اور اگر میت منافق ہو تو نماز پڑھنے والا چار تکبیروں پر اکتفا کرے، اور چوتھی تکبیر کے بعد نماز ختم کر دے، یا چوتھی تکبیر میں اس کے خلاف دعا کرے، اور پانچویں تکبیر کے بعد نماز ختم کر دے اور نماز میت میں نیت، اور قبلہ رخ ہونا، اور جنازے کا سر نمازی کے دائیں جانب ہونا واجب ہے۔ اور طہارت، نماز میت کی شرائط میں سے نہیں ہے۔ اور جنازے سے بہت زیادہ فاصلے پر کھڑا ہونا جائز نہیں۔ اور میت پر نماز اس وقت تک نہیں پڑھی جائے گی جب تک اسے غسل نہ دیا جائے اور کفن نہ پہنایا جائے۔ پس اگر اس کے لیے کفن موجود نہ ہو تو اسے قبر میں رکھا جائے، اس کی ستر پوشی کی جائے، پھر اس پر نماز پڑھی جائے۔

نمازِ میت کے مستحبات

امام مرد کے جسم کے درمیان کے مقابل، اور عورت کے سینے کے مقابل کھڑا ہو، اور اگر مرد، اور عورت دونوں کا جنازہ ہو تو مرد کو امام کی طرف رکھا جائے، اور عورت کو اس کے پیچھے، اور اس کا سینہ مرد کے جسم کے درمیان کے برابر رکھا جائے تاکہ امام فضیلت کی جگہ پر کھڑا ہو۔ اور اگر میت بچہ ہو تو اسے عورت کے پیچھے رکھا جائے۔

اور یہ کہ نماز پڑھنے والا باوضو ہو، اور وہ اپنی جوتیاں اتار دے، اور پہلی تکبیر میں، اور باقی تکبیروں میں اپنے ہاتھ اٹھائے۔ اور چوتھی تکبیر کے بعد اگر میت مؤمن ہو تو اس کے لیے دعا کرے، اور اگر منافق ہو تو وہ اس کے خلاف دعا کرے، اور اگر مستضعف ہو تو وہ مستضعفین کی دعا پڑھے۔ اور اگر اس کا حال معلوم نہ ہو تو اللہ سے دعا کرے کہ اسے انہی لوگوں کے ساتھ محشور فرمائے جن سے وہ محبت رکھتا تھا۔ اور اگر میت بچہ ہو تو اللہ سے دعا کرے کہ اللہ اسے اس کے باپ کے لیے اصلاح کا سبب، اور اس کے حق میں شفاعت کرنے والا بنائے۔ اور جب نماز سے فارغ ہو جائے تو اپنی جگہ پر کھڑا رہے یہاں تک کہ جنازہ اٹھالیا جائے۔

اور مستحب ہے کہ جنازے پر نماز ان مقامات پر پڑھی جائے جو اس کے لیے معمول ہوں، اور اگر مسجدوں میں پڑھی جائے تو بھی جائز ہے۔ اور ایک ہی جنازے پر دو مرتبہ نماز پڑھنا مکروہ ہے۔

پانچ مسئلے:

پہلا: جو شخص امام کو نماز کے دوران پالے تو وہ اس کی اقتدا کرے گا، پھر جب امام فارغ ہو جائے تو جو باقی رہ گیا ہو وہ اسے پے درپے مکمل کرے گا،[1] اور اگر جنازہ اٹھالیا گیا ہو یا دفن کر دیا گیا ہو تو بھی وہ اپنی نماز مکمل کرے اگرچہ قبر پر ہی کیوں نہ ہو۔

دوسرا: اگر مقتدی امام سے ایک یا اس سے زیادہ تکبیر آگے بڑھ گیا ہو تو وہ انہیں امام کے ساتھ دوبارہ ادا کرے۔

تیسرا: جس شخص نے کسی میت کے جنازے پر نماز نہ پڑھی ہو، اس کی قبر پر کسی وقت بھی نماز پڑھنا جائز ہے اگرچہ طویل مدت گزر چکی ہو، اور کسی مؤمن کی نماز جنازہ ترک نہیں کی جائے گی۔

چوتھا: تمام اوقات نمازِ جنازہ کے لیے مناسب ہیں، سوائے اس وقت کے جب کسی حاضر فرض نماز کا وقت تنگ ہو جائے۔ اور اگر وقت کی وسعت کے باوجود میت کے بارے میں اندیشہ ہو تو اس پر نماز کو مقدم کیا جائے گا۔

---

[1] - یعنی باقی رہ جانے والی تکبیریں دعا پڑھے بغیر، ایک کے بعد دوسری پڑھے۔ (احکام الشریعہ بین السائل والمجیب، جلد اوّل، کتاب الطہارۃ، ص 84)

پانچواں: اگر کسی جنازے پر نماز کا کچھ حصہ ادا کر لیا گیا ہو پھر دوسرا جنازہ آ جائے تو اسے اختیار ہے، چاہے تو دونوں جنازوں پر نماز از سر نو شروع کرے، اور چاہے تو پہلے جنازے کی نماز مکمل کرے، پھر دوسرے جنازے کے لیے نئی نماز شروع کرے۔

پانچویں فصل: مستحب نمازیں

اور یہ دو قسموں پر مشتمل ہیں: یومیہ نوافل، جن کا ہم ذکر ہم پہلے کر چکے ہیں، اور ان کے علاوہ باقی نمازیں، جو دو قسموں میں تقسیم ہوتی ہیں:

الف: ان میں سے ایک قسم وہ نمازیں ہیں جو کسی خاص وقت کے ساتھ مخصوص نہیں ہیں،

اور یہ قسم بہت زیادہ ہے، مگر ہم ان میں سے اہم نمازوں کا ذکر کرتے ہیں، اور وہ (پانچ) نمازیں یہ ہیں۔

پہلی: نمازِ استسقاء (بارش مانگنے کی نماز)

اور یہ اس وقت مستحب ہے جب نہریں خشک ہو جائیں اور بارشیں کم ہو جائیں اور اس کی کیفیت نمازِ عید کی کیفیت کی مانند ہے، البتہ نماز عید کے قنوتوں کی جگہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کے حضور تضرع وزاری کی جائے، اور اس کی رحمت کا سوال کیا جائے، اور بارش نازل ہونے کی دعا کی جاتی ہے۔ اور دعاؤں میں سے جو اسے میسر ہو وہ پڑھے، ورنہ وہی دعا پڑھے جو اہلِ بیت (علیہم السلام) کی روایات میں منقول ہے۔

نمازِ استسقاء کے مستحبات

لوگ تین دن روزہ رکھیں، اور تیسرے دن نماز کے لیے نکلیں، اور مستحب ہے کہ وہ تیسرا دن پیر کا ہو، اور اگر یہ میسر نہ ہو تو جمعہ کا دن ہو،

اور یہ کہ وہ کھلے صحراء کی طرف ننگے پاؤں، اور سکون اور وقار کے ساتھ نکلیں، اور وہ مسجدوں میں نماز ادا نہ کریں۔ اور وہ اپنے ساتھ بوڑھوں، بچوں، اور بوڑھی عورتوں کو لے جائیں، اور وہ کسی ذمی[1] کو اپنے ساتھ نہ لے جائیں، اور وہ بچوں کو ان کی ماؤں سے جدا کر دیں۔

[1] - غیر مسلم افراد، جیسے یہودی اور عیسائی، جو اسلامی حکومت میں رہتے ہوں اور اس کے قوانین کے پابند ہوں۔ (مترجم)

پھر جب امام اپنی نماز سے فارغ ہو جائے تو اپنی چادر پلٹ دے،[1] پھر قبلہ رخ ہو کر بلند آواز سے سو مرتبہ تکبیر کہے، پھر اپنی دائیں جانب رخ کر کے اسی طرح سو مرتبہ تسبیح (سُبْحَانَ اللهِ) کہے، پھر اپنی بائیں جانب رخ کر کے اسی طرح سو مرتبہ تہلیل (لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ) کہے، پھر لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر سو مرتبہ اللہ کی حمد (الْحَمْدُ لِلَّهِ) کرے، اور لوگ ان تمام امور میں اس کی پیروی کریں۔

پھر وہ خطبہ دے، اور اپنی تضرع وزاری میں خوب مبالغہ کرے، پس اگر قبولیت میں تاخیر ہو تو لوگ بار بار اسی طرح نکلیں یہاں تک کہ ان پر رحمت نازل ہو جائے۔ اور جس طرح یہ نماز بارش کی کمی کے وقت جائز ہے، اسی طرح چشموں، اور کنوؤں کا پانی خشک ہو جانے کے وقت بھی جائز ہے۔

دوسری: نمازِ استخارہ[2]، اور نمازِ حاجت[3]، اور نمازِ شکر[4]، اور نمازِ زیارت[5] ہے۔

ب: اور ان میں سے بعض نمازیں ایسی ہیں جو کسی معین وقت کے ساتھ مخصوص ہیں،

اور وہ [پانچ] نمازیں ہیں:

---

[1] - یعنی چادر کے دائیں کنارے کو بائیں کندھے پر، اور بائیں کنارے کو دائیں کندھے پر ڈالے۔ (احکام الشریعہ بین السائل والمجیب، جلد دوم، کتاب الصلاۃ، ص 105)

[2] - امام صادق (ع) نے اپنے ایک صحابی کو، جس نے عرض کیا تھا: اگر مجھے کوئی ایسا معاملہ پیش آ جائے کہ مشورہ کرنے کے لیے کوئی نہ ملے تو میں کیا کروں؟ فرمایا: "اپنے پروردگار سے مشورہ کرو۔" اس نے عرض کیا: کیسے؟ امام (ع) نے فرمایا: اپنی حاجت کو ذہن میں رکھو، پھر دو پرچیوں پر "ہاں" اور "نہیں" لکھو، اور انہیں مٹی کی دو گولیوں میں رکھ دو۔ پھر دو رکعت نماز پڑھو، اور ان دونوں کو اپنی جائے نماز کے نیچے رکھ کر کہو: «يا الله إنّي أُشاوِرُكَ في أمري هذا، وأنتَ خيرُ مُستَشارٍ ومُشيرٍ، فأَشِرْ عَلَيَّ بما فيه صلاحٌ وحُسنُ عاقبة.» پھر ان میں سے ایک نکالو، اگر اس پر "ہاں" لکھا ہو تو وہ کام انجام دو، اور اگر "نہیں" لکھا ہو تو اسے چھوڑ دو۔ (الکافی، ج 3، ص 473، ح 8؛ احکام الشریعہ بین السائل والمجیب، جلد دوم، کتاب الصلاۃ، ص 105)

[3] - امام صادق (ع) نے فرمایا: "جب تمہیں کوئی حاجت ہو تو دو رکعت نماز پڑھو، پھر محمد وآلِ محمد پر صلوات بھیجو، اور اپنی حاجت اللہ سے مانگو، اللہ تعالیٰ اسے تمہیں عطا فرمائے گا۔" (الکافی، ج 3، ص 479، ح 10؛ احکام الشریعہ بین السائل والمجیب، جلد دوم، کتاب الصلاۃ، ص 106)

[4] - امام صادق (ع) نے فرمایا: "جب اللہ تعالیٰ تمہیں کوئی نعمت عطا کرے تو دو رکعت نماز پڑھو۔ پہلی رکعت میں سورۂ حمد کے بعد سورۂ توحید، اور دوسری رکعت میں سورۂ کافرون پڑھو۔ پہلی رکعت کے رکوع اور سجدے میں یہ پڑھو: « الْحَمْدُ لِلَّهِ شُكْرًا وَحَمْدًا»، اور دوسری رکعت کے رکوع اور سجدے میں یہ پڑھو: «الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي اسْتَجَابَ دُعَائِي وَأَعْطَانِي مَسْأَلَتِي»۔" (الکافی، ج 3، ص 481؛ احکام الشریعہ بین السائل والمجیب، جلد دوم، کتاب الصلاۃ، ص 106)

[5] - دو رکعت، نمازِ فجر کی طرح۔ (احکام الشریعہ بین السائل والمجیب، جلد دوم، کتاب الصلاۃ، ص 106)

پہلی: ماہِ رمضان کے نوافل۔

اور روایات میں آیا ہے کہ ماہِ رمضان میں روزانہ کی مستحب نمازوں کے علاوہ ایک ہزار رکعت مستحب ہیں۔ ہر رات بیس رکعت پڑھی جائیں: آٹھ رکعت مغرب کے بعد، اور بارہ رکعت عشاء کے بعد۔ اور آخری عشرے کی ہر رات مذکورہ ترتیب کے مطابق تیس رکعت پڑھی جائیں۔ اور تین طاق راتوں میں ہر رات ایک سو رکعت پڑھی جائیں۔ اور اگر طاق راتوں میں صرف سو رکعت پر اکتفا کرے تو یہی کافی ہوں گی،[1] تو اس پر اسی (80) رکعت باقی رہ جائیں گی،[2] جنہیں وہ ہر جمعہ دس رکعت نمازِ علی، فاطمہ اور جعفر (علیہم السلام) کے ذریعے ادا کرے گا، اور آخری جمعہ میں بیس رکعت نمازِ علی (علیہ السلام)، اور اسی جمعہ کی شام میں بیس رکعت نمازِ فاطمہ (علیہا السلام) کی بیس رکعت ادا کرے گا۔

اور نمازِ امیر المؤمنین (علیہ السلام): چار رکعت ہے، دو تشہد، اور دو سلام کے ساتھ، ہر رکعت میں ایک مرتبہ سورۂ الحمد، اور پچاس مرتبہ قل ہو اللہ احد پڑھی جائے۔

اور نمازِ فاطمہ (علیہا السلام): دو رکعت ہے، پہلی رکعت میں ایک مرتبہ سورۂ الحمد اور سو مرتبہ سورۂ القدر، اور دوسری رکعت میں ایک مرتبہ سورۂ الحمد، اور ایک سو مرتبہ سورۂ التوحید پڑھی جائے۔

اور نمازِ جعفر (طیار) (علیہ السلام): چار رکعت ہے، دو سلاموں کے ساتھ۔ پہلی رکعت میں ایک مرتبہ سورۂ الحمد، اور ایک مرتبہ إذا زلزلت پڑھے، پھر پندرہ مرتبہ کہے: « سُبْحَانَ اللهِ، وَالْحَمْدُ لِلَّهِ، وَلَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ، وَاللهُ اَكْبَرُ»، پھر رکوع میں دس مرتبہ یہی کہے،[3] اور اسی طرح رکوع سے سر اٹھانے کے بعد دس مرتبہ، پہلے سجدے میں دس مرتبہ، سجدے سر اٹھانے کے بعد پر دس مرتبہ، دوسرے سجدے میں دس مرتبہ، اور اس سے سر اٹھانے کے بعد دس مرتبہ، تو اس طرح ہر رکعت میں یہ ذکر پچھتّر مرتبہ ہو جائے گا۔

---

[1] - یعنی انیسویں رات میں بیس رکعت، اور اکیسویں اور تیئیسویں رات میں تیس رکعت نہ پڑھے۔ (احکام الشریعہ بین السائل والمجیب، جلد دوم، کتاب الصلاۃ، ص 107)

[2] - یعنی مجموعی طور پر وہ 20 + 30 + 30 رکعتیں، جو اس نے نہیں پڑھی تھیں۔ (احکام الشریعہ بین السائل والمجیب، جلد دوم، کتاب الصلاۃ، ص 107)

[3] - سُبْحَانَ اللهِ، وَالْحَمْدُ لِلَّهِ، وَلَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ، وَاللهُ اَكْبَرُ. (احکام الشریعہ بین السائل والمجیب، جلد دوم، کتاب الصلاۃ، ص 107)

اور دوسری رکعت میں سورۂ والعادیات، تیسری میں سورۂ إذا جاء نصر اللہ والفتح، اور چوتھی میں سورۂ قل ہو اللہ اِحد پڑھے۔ اور مستحب ہے کہ آخری سجدے میں اس نماز کے لیے مخصوص دعا پڑھے۔

دوسری: شبِ عیدالفطر کی نماز

اور وہ دو رکعت ہے۔ پہلی رکعت میں ایک مرتبہ سورۂ الحمد، اور ایک ہزار مرتبہ سورۂ قل ھو اللہ اَحد پڑھی جائے، اور دوسری رکعت میں ایک مرتبہ سورۂ الحمد، اور ایک مرتبہ سورۂ قل ھو اللہ اَحد پڑھی جائے۔

تیسری: یومِ غدیر کی نماز[1]

اور یہ ذوالحجہ کی اٹھارہویں تاریخ کو زوال سے آدھا گھنٹہ پہلے ادا کی جاتی ہے۔

چوتھی: پندرہ شعبان کی رات کی نماز[2]

پانچویں: مبعث کی رات،[3] اور مبعث کے دن کی نماز

اور ان نمازوں کی تفصیل، اور ان میں، اور ان کے بعد پڑھی جانے والی دعائیں، عبادات کی کتابوں میں مذکور ہیں۔

خاتمہ:

تمام نوافل انسان کے لیے بیٹھ کر ادا کرنا جائز ہے، اگرچہ کھڑے ہو کر ادا کرنا افضل ہے۔ اور اگر وہ بیٹھ کر ہر دو رکعت کو ایک رکعت کے برابر قرار دے تو یہ زیادہ افضل ہے۔

[1] - یہ دو رکعت نماز ہے، جس کی ہر رکعت میں سورۂ حمد کے بعد سورۂ توحید، سورۂ قدر اور آیۃ الکرسی میں سے ہر ایک کو دس دس مرتبہ پڑھا جاتا ہے، اور اس کے بعد کی دعا کتبِ ادعیہ میں مذکور ہے۔ (احکام الشریعہ بین السائل والمجیب، جلد دوم، کتاب الصلاۃ، ص 108)

[2] - یہ چار رکعت نماز ہے۔ ہر رکعت میں سورۂ حمد کے بعد سورۂ توحید کو سو مرتبہ پڑھا جائے، اور اس کا وقت نمازِ عشاء کے بعد (آدھی رات) سے پہلی فجر تک ہے۔ (احکام الشریعہ بین السائل والمجیب، جلد دوم، کتاب الصلاۃ، ص 108)

[3] - یہ بارہ رکعت نماز ہے۔ ہر رکعت میں سورۂ حمد کے بعد سورۂ ناس، سورۂ فلق اور سورۂ توحید میں سے ہر ایک کو چار چار مرتبہ پڑھا جاتا ہے، پھر وہ دعا پڑھے جو کتبِ ادعیہ میں منقول ہے۔ (احکام الشریعہ بین السائل والمجیب، جلد دوم، کتاب الصلاۃ، ص 108)

چوتھا رکن: اور اس میں چند فصلیں ہیں

پہلی فصل: نماز میں واقع ہونے والے خلل کے بیان میں ہے۔

اور خلل یا تو عمداً ہوتا ہے، یا سہواً، یا شک کی وجہ سے۔

جہاں تک عمد کا تعلق ہے:

پس جس شخص نے نماز کے واجبات میں سے کسی چیز کو جان بوجھ کر ترک کیا تو اس کی نماز باطل ہو جائے گی، خواہ وہ چیز، جس میں اس نے خلل کیا ہو، نماز کی کوئی شرط ہو،[1] یا نماز کا کوئی جز ہو،[2] یا اس کی کوئی کیفیت ہو،[3] یا کسی کا ترک سے متعلق ہو۔ اور اسی طرح اگر اس نے کوئی ایسا کام کیا جس کا ترک واجب تھا، یا کسی ایسے کام کو، جس کا کرنا واجب تھا، اس کے وجوب سے لاعلمی کی بنا پر ترک کر دیا، تو بھی اس کی نماز باطل ہو جائے گی، سوائے جہر اور اخفات کے ان کے مخصوص مقامات میں۔

اور اگر اسے اس کپڑے کے غصبی ہونے کا علم نہ ہو جس میں وہ نماز پڑھ رہا ہے، یا اس جگہ کے غصبی ہونے کا علم نہ ہو، یا کپڑے، یا بدن، یا جائے سجدہ کے نجس ہونے کا علم نہ ہو، تو اس پر نماز کا اعادہ نہیں ہے۔

فروع:

پہلی فرع: اگر کسی نے غصبی پانی سے، اس کے غصبی ہونے کا علم رکھتے ہوئے وضو کیا اور نماز پڑھی، تو اس پر وضو اور نماز دونوں کا اعادہ کرئے گا، اور اگر وہ اس کے غصبی ہونے سے لاعلم تھا تو نہ وضو کا اعادہ کرے گا اور نہ نماز کا۔

دوسری فرع: اگر اسے معلوم نہ ہو کہ چمڑا مردار کا ہے، اور اس نے اس میں نماز پڑھی، پھر بعد میں معلوم ہوا، تو اگر وہ چمڑا کسی مسلمان کے قبضے میں تھا، یا اس نے اسے مسلمانوں کے بازار سے خریدا تھا تو نماز کا اعادہ نہیں کرے گا، اور اگر اس نے وہ چمڑا کسی غیر مسلم سے لیا تھا یا اسے پڑا ہوا پایا تھا، تو نماز کا اعادہ کرے گا۔

---

[1] - جیسے طہارت اور قبلہ رُخ ہونا۔ (احکام الشریعہ بین السائل والمجیب، جلد دوم، کتاب الصلاۃ، ص 109)

[2] - جیسے قراءت اور سجدہ۔ (احکام الشریعہ بین السائل والمجیب، جلد دوم، کتاب الصلاۃ، ص 109)

[3] - جیسے سجدہ صحیح طریقے سے ادا نہ کرنا۔ (احکام الشریعہ بین السائل والمجیب، جلد دوم، کتاب الصلاۃ، ص 109)

تیسری فرع: اگر اسے معلوم نہ ہو کہ وہ لباس ایسے جنس سے ہے جس میں نماز پڑھی جا سکتی ہے، اور اس نے نماز پڑھ لی، تو وہ نماز کا اعادہ کرے گا۔

اور جہاں تک سہو کا تعلق ہے:

پس اگر کسی رکن میں خلل واقع ہو جائے تو نماز کو دوبارہ ادا کرے گا، جیسے اس نے قیام کو اس وقت تک ترک کر دے کہ نیت کر لے، [1] یا نیت میں خلل واقع ہوا (ترک کیا) یہاں تک کہ اس نے تکبیر کہہ لے، یا تکبیر کو اس وقت تک ترک کر دے کہ اس نے قراءت شروع کر دے، یا رکوع کو اس وقت تک ترک کر دے کہ اس نے سجدہ کر لے، یا دونوں سجدوں کو اس وقت تک ترک کر دے کہ اس نے بعد والی رکوع کر لے۔ اور اسی طرح اگر اس نے نماز میں ایک رکعت، یا ایک رکوع، یا دو سجدے بھول کر یا جان بوجھ کر زیادہ کر دے تو نماز کا اعادہ کرے گا۔

اور اگر رکوع کے بارے میں شک ہوا، پھر رکوع کر لیا، اس کے بعد یاد آیا کہ وہ پہلے ہی رکوع کر چکا تھا تو اس کی نماز باطل ہو جائے گی۔

اور اگر ایک رکعت کم رہ گئی ہو، تو اگر اسے نماز کو باطل کرنے والے کسی فعل کے انجام دینے سے پہلے یاد آ جائے تو وہ اپنی نماز کو مکمل کرے گا، اگرچہ نماز دو رکعتی ہی کیوں نہ ہو۔ اور اگر اسے اس وقت یاد آئے جب وہ کوئی ایسا کام کر چکا ہو جو نماز کو جان بوجھ کر یا بھول کر باطل کر دیتا ہے تو وہ نماز کا اعادہ کرے گا۔ اور اگر وہ ایسا کام ہو جو صرف عمداً نماز کو باطل کرتا ہے، سہواً نہیں، جیسے کلام کرنا، تو وہ اپنی نماز مکمل کرے گا، اور اس پر دو سجدۂ سہو واجب ہوں گے۔

اور اگر اس نے سلام دینا کو چھوڑ دیا، پھر اسے یاد آگیا، تو سلام دے، اور اس کی نماز صحیح ہے اگرچہ اس سے کوئی ایسا کام سرزد ہو چکا ہو جو نماز کو عمداً یا سہواً باطل کر دیتا ہے۔

---

[1] - یعنی جب تک وہ اگلے رکن میں داخل نہ ہو، اس وقت تک اسے پیش آنے والی خرابی کی تلافی کا موقع حاصل ہے، لیکن اگر وہ اگلے رکن میں داخل ہو جائے تو اسے نماز دوبارہ پڑھنی ہو گی۔ مثلاً اگر اس کا قیام صحیح نہ ہو تو تکبیرۃ الاحرام سے پہلے تک وہ اپنے قیام کی اصلاح کر سکتا ہے، یا اگر اس کے دونوں سجدوں میں کوئی خلل واقع ہو جائے تو اگلے رکوع سے پہلے تک اس کی تلافی کر سکتا ہے، ورنہ اسے نماز دوبارہ پڑھنی ہو گی۔ (احکام الشریعہ بین السائل والمجیب، جلد دوم، کتاب الصلاۃ، ص 110)

اور اگر اس نے دو سجدے چھوڑ دیے، اور اسے معلوم نہ ہو کہ وہ ایک ہی رکعت کے ہیں یا دو مختلف رکعتوں کے، تو وہ نماز کو دوبارہ ادا کرے گا۔ اور اگر اسے معلوم ہو کہ وہ دو مختلف رکعتوں کے ہیں، لیکن یہ معلوم نہ ہو کہ کون سی دو رکعتیں ہیں، تو اس پر نماز کا اعادہ نہیں ہے، بلکہ وہ ان دونوں سجدوں کی قضاء کرے گا، اور اس پر دو سجدۂ سہو بھی واجب ہو گا۔

اور اگر کسی ایسے واجب میں خلل واقع ہو جو رکن نہ ہو،

تو اس کی تین صورتیں ہیں:

پہلی: یہ کہ نماز بغیر تدارک کے صحیح رہتی ہے،

دوسری: یہ کہ اس کا تدارک سجدۂ سہو کے بغیر کیا جاتا ہے،

تیسری: یہ کہ اس کا تدارک سجدۂ سہو کے ساتھ کیا جاتا ہے۔

[اور ان تینوں صورتوں کی تفصیل یہ ہے:]

پہلی صورت: وہ شخص جو سورۂ حمد اور سورت کی قراءت بھول گیا ہو، یا جہر یا اخفات کو ان کے مخصوص مقامات میں بھول گیا ہو،[1] یا سورۂ الحمد، یا سورہ کی قراءت بھول گیا ہو یہاں تک کہ اس نے رکوع کر لے، یا رکوع میں ذکر بھول گیا ہو، یا رکوع میں اطمینان بھول گیا ہو یہاں تک کہ اس نے اپنا سر اٹھا لے، یا رکوع سے سر اٹھانا بھول گیا ہو، یا رکوع سے سر اٹھانے کے بعد اطمینان بھول گیا ہو یہاں تک کہ اس نے سجدہ کر لے، یا سجدے کا ذکر بھول گیا ہو، یا سات اعضاء پر سجدہ کرنا بھول گیا ہو، یا سجدے میں اطمینان بھول گیا ہو یہاں تک کہ اس سے اپنا سر اٹھا لے، یا سجدے سے سر اٹھانا بھول گیا ہو، یا دونوں سجدوں کے درمیان اطمینان بھول گیا ہو یہاں تک کہ دوسرا سجدہ کر لے، یا دوسرے سجدے کا ذکر بھول گیا ہو، یا دوسرے سجدے میں سات اعضاء پر سجدہ کرنا بھول گیا ہو، یا دوسرے سجدے میں اطمینان بھول گیا ہو یہاں تک کہ اس سے اپنا سر اٹھا لے۔[2]

---

[1] - ظہر اور عصر کی پہلی اور دوسری رکعت میں سورۂ حمد اور سورت آہستہ (اخفات کے ساتھ) پڑھی جائے، جبکہ فجر، مغرب اور عشاء کی پہلی اور دوسری رکعت میں انہیں بلند آواز (جہر کے ساتھ) پڑھا جائے۔ (مترجم)

[2] - ان تمام صورتوں میں نماز صحیح ہے، اور عمل کی تلافی یا اس کی اصلاح کی ضرورت نہیں۔ (احکام الشریعہ بین السائل والمجیب، جلد دوم، کتاب الصلاۃ، ص 112)

دوسری صورت: جو شخص سورۂ الحمد کی قراءت بھول گیا ہو یہاں تک کہ اس نے سورت پڑھ لی، تو وہ دوبارہ سورۂ الحمد، اور سورت پڑھے گا۔ اور اسی طرح اگر کوئی شخص رکوع بھول جائے، پھر سجدہ کرنے سے پہلے اسے یاد آ جائے تو وہ کھڑا ہو کر رکوع کرے، پھر اس کے بعد سجدہ کرے۔ اور اسی طرح جو شخص دونوں سجدے، یا ان میں سے ایک سجدہ، یا تشہد چھوڑ دے، پھر رکوع کرنے سے پہلے یاد آ جائے، تو واپس لوٹ کر اس کی تلافی کرے، پھر کھڑا ہو کر جتنی قراءت یا تسبیح سے لازم ہو اسے ادا کرے، اس کے بعد وہ رکوع کرے۔ اور ان دونوں صورتوں میں سجدۂ سہو واجب نہیں ہے۔ اور اگر نبی، اور ان کی آل (علیہم السلام) پر درود پڑھنا چھوڑ دے یہاں تک کہ اس نے سلام کہہ دے، تو سلام کے بعد صلوات کی قضا کرے۔[1]

تیسری صورت: جس شخص نے ایک سجدہ یا تشہد چھوڑ دیا ہو، اور اسے اس وقت تک یاد نہ آئے کہ وہ رکوع کر لے، تو وہ ان دونوں کی، یا ان میں سے کسی ایک کی قضا کرے گا، اور سجدۂ سہو کے دو سجدے ادا کرے گا۔

نماز میں شک کے مسائل

تو اس میں چند مسائل ہیں:

پہلا: جو شخص دو رکعتی واجب نمازوں کی رکعتوں کی تعداد میں شک کرے تو وہ نماز کو دوبارہ ادا کرے گا، جیسے نمازِ صبح، اور نمازِ سفر، اور عیدین کی نماز جب وہ فریضہ ہوں، اور نمازِ کسوف، اور اسی طرح نمازِ مغرب کا بھی یہی حکم ہے۔

دوسرا: اگر کسی کو نماز کے افعال میں سے کسی فعل کے بارے میں شک ہو، پھر اسے یاد آ جائے، تو اگر وہ ابھی اسی فعل کے مقام پر ہو تو وہ اسے انجام دے گا، اور نماز کو مکمل کرے گا،[2] اور اگر وہ اس مقام سے آگے بڑھ چکا ہو تو وہ اپنی نماز جاری رکھے، چاہے وہ فعل رکن ہو یا غیر رکن، اور چاہے وہ پہلی دو رکعتوں میں ہو یا آخری دو رکعتوں میں۔

---

[1] ۔ مترجم: یعنی وہ سلام کے بعد اللھم صل علی محمد وآل محمد کہے گا۔

[2] ۔ مثلاً جب تکبیرۃ الاحرام کے بارے میں شک ہو، اس سے پہلے کہ قراءت شروع کی ہو۔ (احکام الشریعہ بین السائل والمجیب، جلد دوم، کتاب الصلاۃ، ص 113)

تفریع: اگر نماز کی نیت متحقق ہو چکی ہو، اور اسے شک لاحق ہو کہ اس نے مثلاً ظہر کی نیت کی تھی یا عصر کی، یا فرض کی نیت کی تھی یا مستحب کی، تو وہ نماز کو از سر نو شروع کرے گا۔

تیسرا: اگر کسی کو چار رکعتی نمازوں کی رکعتوں کی تعداد میں شک ہو، تو اگر شک پہلی دو رکعتوں میں ہو تو نماز کو دوبارہ ادا کرے گا، اور اسی طرح اگر اسے یہ معلوم نہ ہو کہ اس نے کتنی رکعتیں پڑھی ہیں۔ اور اگر اسے پہلی دو رکعتوں کا یقین ہو، اور زائد رکعتوں میں شک ہو تو اس پر نماز احتیاط واجب ہو گی۔[1]

اور احتیاط کے چار مسائل ہیں:

پہلا: جو شخص دو، اور تین کے درمیان شک کرے تو وہ تین پر بنا رکھے گا، اور وہ نماز کو مکمل کرے گا، تشہد پڑھے گا، اور سلام کہے گا، پھر کھڑے ہو کر ایک رکعت، یا بیٹھ کر دو رکعت نمازِ احتیاط ادا کرے گا۔

دوسرا: جو شخص تین اور چار کے درمیان شک کرے تو وہ چار پر بنا رکھے گا، اور تشہد پڑھے گا، اور سلام کہے گا، پھر پہلی صورت کی طرح نماز احتیاط ادا کرے گا۔[2]

تیسرا: جو شخص دو اور چار کے درمیان شک کرے تو وہ چار پر بنا رکھے گا، تشہد پڑھے گا، اور سلام کہے گا، پھر وہ کھڑے ہو کر دو رکعت نماز احتیاط ادا کرے گا۔

چوتھا: جو شخص دو، تین، اور چار کے درمیان شک کرے تو وہ چار پر بنا رکھے گا، اور تشہد پڑھے گا، اور سلام کہے گا، پھر وہ کھڑے ہو کر دو رکعت، اور بیٹھ کر دو رکعت نماز احتیاط ادا کرے گا۔

اور ان تمام صورتوں میں، اور ان کے علاوہ بھی افضل یہ ہے کہ وہ کم تعداد پر بنا رکھے ۔ پس اگر کم تعداد چار رکعت سے کم ہو تو وہ اپنی نماز کو مکمل کرے گا، اور سلام کہے گا، اور سہو کے دو سجدے ادا کرے گا، اور اگر کم

[1] - احکام الشریعہ بین السائل والمجیب، جلد دوم، کتاب الصلاۃ، ص 113، صفحے کے آخر میں۔

[2] - اس کے بعد ایک رکعت کھڑے ہو کر، یا دو رکعت بیٹھ کر نماز پڑھے۔ (احکام الشریعہ بین السائل والمجیب، جلد دوم، کتاب الصلاۃ، ص 114)

تعداد چار رکعت[1] ہو تو سلام کہے گا اور وہ سہو کے دو سجدے ادا کرے گا، اور اگر شک چوتھی رکعت[2] میں ہو تو وہ اسے مکمل کرے گا، اور سلام کہے گا اور دو سجدۂ سہو ادا کرے گا۔

نماز میں شک کے بارے میں پانچ نکات:

پہلا: اگر جس چیز میں شک ہوا ہے اس کے دو احتمالوں میں سے ایک جانب اس کا غالب گمان ہو جائے تو وہ اسی غالب گمان پر بنا رکھے گا، اور وہ یقین ہی کے حکم میں ہو گا۔

دوسرا: نمازِ احتیاط میں سورۂ فاتحہ کی قراءت متعین ہے۔

تیسرا: اگر (نماز پڑھنے والے) نمازِ احتیاط ادا کرنے سے پہلے کوئی ایسا کام کر لے جو نماز کو باطل کر دیتا ہے تو اس کی نماز باطل ہو جائے گی۔

[وہ مواقع جن میں شک کی پروا نہیں کی جاتی:]

چوتھا: جو شخص سجدہ سہو میں سہو کرے تو وہ اپنے سہو و بھول کی طرف توجہ نہ کرے، بلکہ اپنی نماز پر بناء رکھے،

اور اسی طرح اگر مقتدی سے سہو ہو تو وہ امام کی نماز پر اعتماد کرے گا۔

اور جب امام کے پیچھے موجود مقتدی اس کی نماز کو محفوظ رکھیں، تو امام کے شک کا کوئی اعتبار نہیں ہو گا۔

اور کثرتِ سہو کی صورت میں سہو کا کوئی حکم نہیں ہے۔ اور کثرت کے تعین میں اس چیز کی طرف رجوع کیا جائے گا جسے عرف و عادت میں کثیر کہا جاتا ہو، اور جو شخص ایک ہی دن میں ایک مرتبہ شک کرے وہ کثیر الشک شمار ہوتا ہے۔

پانچواں: جو شخص نافلہ نماز کی رکعتوں کی تعداد میں شک کرے تو وہ زیادہ پر بنا رکھے گا، اور اگر وہ کم پر بنا رکھے تو یہ زیادہ افضل ہے۔

---

[1] - مثلاً جب چوتھی رکعت کے تشہد میں اسے شک ہو کہ اس نے چار رکعتیں پڑھی ہیں یا پانچ۔ (احکام الشریعہ بین السائل والمجیب، جلد دوم، کتاب الصلاۃ، ص 114)

[2] - رکوع سے پہلے شک کرے کہ یہ رکعت نماز کی چوتھی رکعت ہے یا پانچویں۔ (احکام الشریعہ بین السائل والمجیب، جلد دوم، کتاب الصلاۃ، ص 114)

خاتمہ:

دو سجدۂ سہو

اور سجدۂ سہو ان مقامات میں واجب ہے جن کا ذکر ہم پہلے کر چکے ہیں،[1] اور اس شخص پر بھی واجب ہے جو بھول کر نماز میں بات کرے، یا اپنے مقررہ مقام کے علاوہ کسی اور جگہ سلام پھیر دے، یا چار اور پانچ کے درمیان شک کرے۔

اور جب مقتدی کے لیے سجدۂ سہو کا سبب پیدا ہو تو وہ امام کے ساتھ واجباً سجدۂ سہو ادا کرے۔ اور اگر امام یا مقتدی میں سے کوئی ایک منفرد ہو تو ہر ایک کا اپنا الگ حکم ہو گا۔

سجدہ سہو کا محل:

زیادتی ،اور کمی دونوں صورتوں میں سلام کے بعد ہے۔

اور اس کی کیفیت یہ ہے کہ [وہ نیت کرے، پھر] مستحب کے طور پر تکبیر کہے، پھر وہ سجدہ کرے، پھر اپنے سر کو اٹھائے، پھر دوسرا سجدہ کرے، پھر سر اٹھائے، اور وہ ہلکا تشہد پڑھے،[2] پھر سلام کہے۔

اور ان دونوں سجدوں میں کوئی مخصوص ذکر واجب نہیں بلکہ ذکر کرنا مستحب ہے۔ اگر وہ جان بوجھ کر سجدۂ سہو کو ترک کر دے تو اس کی نماز باطل نہیں ہو گی، بلکہ اس پر لازم ہے کہ بعد میں انہیں ادا کرے، اگرچہ ایک طویل مدت گزر چکی ہو۔

دوسری فصل: نماز کی قضا

اور اس میں نماز کے فوت ہونے کے سبب، اور قضاء، اور اس سے متعلق مسائل پر گفتگو ہے۔

---

[1] - جب چار رکعتی نماز میں پہلی دو رکعتیں ادا کرنے کا یقین ہو اور شک پیدا ہو (تو کم تعداد کو بنیاد بنائے، اور نماز مکمل کرنے کے بعد دو سجدۂ سہو بجالائے)؛ اور وہ شخص جو ایک سجدہ یا تشہد بھول جائے اور رکوع کے بعد یاد آئے (تو اس کی قضا بجالائے اور دو سجدۂ سہو کرے)؛ اور وہ شخص جو دو مختلف رکعتوں کے دو سجدے بھول جائے (تو دونوں سجدوں کی قضا بجالائے اور دو سجدۂ سہو کرے)؛ اور وہ شخص جسے نمازِ آیات کے رکوعوں کی تعداد میں شک ہو (تو کم تعداد کو بنیاد بنائے اور دو سجدۂ سہو بجالائے)۔ (احکام الشریعہ بین السائل والمجیب، جلد دوم، کتاب الصلاۃ، ص 116)

[2] - اَشْهَدُ اَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ، وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ، اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَىٰ مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ. (احکام الشریعہ بین السائل والمجیب، جلد دوم، کتاب الصلاۃ، ص 117)

نماز قضا ہونے کے اسباب:

پس ان میں سے بعض ایسے اسباب ہیں جن کے ساتھ قضاء ساقط ہو جاتی ہے،[1] اور وہ سات ہیں: بچپن، اور جنون، اور بے ہوشی، اور حیض، اور نفاس، اور اصلی کفر،[2] اور وضو، غسل یا تیمّم میں سے اس چیز کو انجام دینے پر قدرت نہ ہونا جس کے ذریعے نماز جائز ہوتی ہے۔

اور ان کے علاوہ سب صورتوں میں قضاء واجب ہے، جیسے فرض نماز کو عمداً یا سہواً ترک کرنا،[3] سوائے نماز جمعہ، اور عیدین کے۔[4] اور اسی طرح اگر نیند پورا وقت گھیر لے تب بھی قضا واجب ہے۔ اور اگر مکلّف کی عقل اس کے اپنے کسی فعل کے سبب زائل ہو جائے، جیسے نشہ کرنا یا بے ہوش کرنے والی دوا پینا، تو اس پر قضا واجب ہے، کیونکہ یہ عموماً عقل کے زوال کا غالب سبب بنتا ہے۔ اور اگر اس نے کوئی مضر غذا کھالی ہو، اور اس کے نتیجے میں بے ہوشی طاری ہو جائے، تو اس پر قضاء واجب نہیں ہے۔[5] اور اگر مسلمان مرتد ہو جائے، یا کافر اسلام لانے کے بعد پھر کفر اختیار کرلے، تو اس پر اپنے زمانۂ ارتداد کی نمازوں کی قضا واجب ہے۔

نماز کی قضا

اگر فوت ہونے والی نماز واجب ہو تو اس کی قضاء واجب ہے، اور اگر وہ وقت کے ساتھ مخصوص نافلہ ہو تو اس کی قضا مؤکد استحباب کے ساتھ مستحب ہے، اگرچہ وہ ایسے مرض کی وجہ سے فوت ہوئی ہو جو عقل کو زائل نہ کرتا ہو۔ اور مستحب ہے کہ وہ ہر دو رکعت کے بدلے ایک مُدّ صدقہ دے، اور اگر اس کی قدرت نہ رکھتا ہو تو وہ ہر دن کے بدلے ایک مُدّ صدقہ دے۔

---

[1] - یعنی اس کے باوجود نماز کی قضا واجب نہیں ہے۔ (مترجم)

[2] - وہ شخص جو کافر پیدا ہوا ہو۔ (مترجم)

[3] - احکام الشریعہ بین السائل والمجیب کی کتاب الصلاۃ کے بابِ قضائے نماز میں دوسرا سوال، سہواً یا عمداً نماز چھوڑنے کے بارے میں ہے۔ (مترجم)

[4] - کیونکہ ان نمازوں کی قضا نہیں ہے، اور اگر نمازِ جمعہ قضا ہو جائے تو اس کی جگہ نمازِ ظہر قضا کی جائے گی۔ (مترجم)

[5] - مریض کی قضا نماز: اگر اس کی بیماری ایسی ہو کہ وہ نماز کے وجوب کا ادراک رکھتا ہو تو نماز اس پر واجب ہے، اور جس طرح بھی پڑھ سکتا ہو، اسے پڑھنی چاہیے۔ لیکن اگر اس کی بیماری ایسی ہو کہ اس میں ادراک کی قوت نہ ہو تو اس کا حکم مجنون اور بے ہوش شخص کا ہے۔ (احکام الشریعہ بین السائل والمجیب، جلد دوم، کتاب الصلاۃ، ص 119)

اور فوت شدہ نماز کی قضاء یاد آنے کے وقت واجب ہے، جب تک کسی حاضر نماز کا وقت تنگ نہ ہو جائے، اور سابقہ نماز کو لاحقہ نماز پر ترتیب کے ساتھ مقدم رکھنا واجب ہے ، جیسے ظہر کو عصر پر، عصر کو مغرب پر، اور مغرب کو عشاء پر، خواہ یہ ترتیب اسی دن کی نمازوں میں ہو[1] یا کسی گزشتہ دن کی فوت شدہ نمازوں میں۔[2]

اور اگر اس کی کچھ فوت شدہ نمازیں ایسی ہوں جن کی حاضر نماز کے ساتھ ترتیب واجب نہیں،[3] تو انہیں حاضر نماز پر مقدم کرنا واجب نہیں۔

اور اگر اس کے ذمے کوئی فوت شدہ نماز ہو، اور وہ اسے بھول جائے، اور وہ حاضر نماز پڑھ لے تو اس پر اس نماز کا اعادہ نہیں ہے۔ اور اگر اسے نماز کے دوران یاد آ جائے تو نیت کو سابقہ فوت شدہ نماز کی طرف پھیر دے گا، اور اگر یاد آنے کے باوجود وہ حاضر نماز پڑھ لے تو پھر وہ نماز کا اعادہ کرے گا۔ اور اگر وہ کسی نافلہ نماز میں مشغول ہو، اور دورانِ نماز اسے یاد آ جائے کہ اس کے ذمے کوئی فرض نماز ہے، تو وہ فرض نماز کو از سر نو شروع کرے گا۔[4] اور سفر کی فوت شدہ نماز کی قضا قصر ہی ادا کرے گا اگرچہ حضر (وطن) میں ہو، اور حضر کی فوت شدہ نماز کی قضا پوری ادا کرے گا، اگرچہ سفر میں ہو۔

[1] - مثلاً اگر اسی دن کی نمازِ فجر قضا ہوئی ہو تو اسے نمازِ ظہر سے پہلے پڑھنا چاہیے، لیکن اگر کسی دوسرے دن کی نمازِ فجر قضا ہوئی ہو تو لازم نہیں کہ اسے موجودہ نمازِ ظہر سے پہلے پڑھے۔ (احکام الشریعہ بین السائل والمجیب، جلد دوم، کتاب الصلاۃ، ص 120)

[2] - مثلاً اگر ایک دن اس کی نمازِ ظہر اور عصر قضا ہو گئی ہو اور وہ ان کی قضا ادا کرنا چاہے، تو پہلے نمازِ ظہر کی قضا پڑھے، پھر نمازِ عصر کی۔ (احکام الشریعہ بین السائل والمجیب، جلد دوم، کتاب الصلاۃ، ص 120)

[3] - مثلاً اس کی گزشتہ دنوں کی نمازِ عشاء قضا ہو چکی ہے اور وہ موجودہ نمازِ ظہر پڑھنا چاہتا ہے۔ اس مثال میں نمازِ ظہر کی صحت، نمازِ عشاء پڑھنے پر موقوف نہیں ہے۔ لیکن اگر اسی دن کی نمازِ فجر قضا ہوئی ہو تو پہلے نمازِ فجر کی قضا کرے، پھر نمازِ ظہر ادا کرے۔ (احکام الشریعہ بین السائل والمجیب، جلد دوم، کتاب الصلاۃ، ص 120)

[4] - یعنی مستحب نماز کی نیت کو واجب نماز کی نیت میں تبدیل نہیں کیا جا سکتا، بلکہ پہلے نافلہ نماز مکمل کرے، پھر قضا نماز ادا کرے۔ (احکام الشریعہ بین السائل والمجیب، جلد دوم، کتاب الصلاۃ، ص 121)

نمازِ قضا سے متعلق مسائل[1]

تو اس میں چند مسائل ہیں:

پہلا: جس شخص سے پانچوں فرض نمازوں میں سے کوئی ایک غیر معین نماز فوت ہو گئی ہو، تو وہ اپنے ذمے کی نماز کی نیت سے ایک نمازِ صبح، ایک نمازِ مغرب، اور ایک چار رکعتی نماز ادا کرے گا۔ اور اگر اس طرح

---

[1] - نمازِ قضا سے متعلق چند متفرق مسائل: الف: اگر کوئی شخص اس عقیدے کے ساتھ جان بوجھ کر نماز ترک کرے کہ نماز واجب نہیں ہے، تو اگر وہ مسلمان زادہ ہو تو اسے قتل کیا جائے گا، اور اگر وہ کفر سے اسلام میں آیا ہو تو پہلے اسے توبہ کا موقع دیا جائے گا، پھر بھی اگر انکار کرے تو اسے قتل کیا جائے گا۔ لیکن اگر وہ نماز نہ پڑھنے کے لیے کوئی ایسا شبہ پیش کرے جس کا احتمال ہو، تو اس پر حد جاری نہیں کی جائے گی۔ البتہ اگر وہ نماز کو واجب نہ ماننے کے عقیدے کے بغیر ترک کرے تو اسے تعزیر و تأدیب کی جائے گی، اور اگر دوبارہ ایسا کرے تو دوبارہ تعزیر کی جائے گی، اور اگر تیسری بار بھی ترک کرے تو پھر بھی تعزیر کی جائے گی، اور اگر چوتھی بار ترک کرے تو اسے قتل کیا جائے گا۔

الف: اجرت پر نماز پڑھنے کا حکم: میت کی طرف سے نیابت میں نماز پڑھنے پر اجرت لینا جائز نہیں، اور ایسی نماز باطل ہے؛ کیونکہ اس میں قربتِ الٰہی کی نیت موجود نہیں ہوتی، اس لیے کہ اگر اجرت نہ ہوتی تو وہ میت کی طرف سے نماز نہ پڑھتا، لہٰذا اس کی نماز اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ کی قربت کے لیے نہیں بلکہ مال کے حصول کے لیے ہوتی ہے۔ اگر کسی نے میت کی طرف سے نماز پڑھنے کے بدلے مال لیا ہے تو اس کی نماز بھی باطل ہے اور لیا ہوا مال بھی، اور اگر وہ نہیں جانتا تھا کہ یہ بدعت ہے تو اس پر کوئی گناہ نہیں۔ لیکن جو مال اس نے اموات (ایسے مؤمنین جو حجتِ خدا پر ایمان رکھتے تھے یا جن کا حال معلوم نہ ہو) کی طرف سے نماز پڑھنے کے بدلے لیا ہے، اسے واپس کرنا چاہیے، مگر یہ کہ وہ فقیر ہو، تو وہ میت کی طرف سے صدقہ شمار ہوگا۔ اور اگر واپس نہ کیا ہو تو اسے مذکورہ مقدار (ہر دن کے بدلے ایک مُدّ طعام) کے مطابق میت کی طرف سے صدقہ دے سکتا ہے۔ وہ ان نمازوں کی دوبارہ قضا بھی کر سکتا ہے، لیکن اس بار مال کے لیے نہیں بلکہ قصدِ قربت کے ساتھ۔

ب: نمازِ قضا ادا کرنے کے لیے ماہِ رمضان کی تیئسویں شب میں بھی نمازِ قضا پڑھی جا سکتی ہے، کیونکہ اس رات نمازِ قضا کی ہر رکعت ایک ہزار مہینوں کے برابر ہے۔ لہٰذا اگر کسی کے ذمے کئی سالوں کی نمازِ قضا ہو تو وہ اس رات تمام نمازوں کے بدلے ایک شبانہ روز کی نمازِ قضا پڑھ سکتا ہے۔

ج: والد اور والدہ کی نمازِ قضا بڑے بیٹے کے ذمے ہے۔ لہٰذا اگر میت کا ایسا بیٹا نہ ہو، یا وہ نماز نہ پڑھ سکتا ہو، تو اگر کوئی ایسا شخص موجود ہو جو بغیر کسی عوض کے اس کی طرف سے نماز پڑھ دے (جیسے دوسرے بیٹے یا اس کے رشتہ دار)، تو وہ پڑھ دے، اور اگر ایسا کوئی نہ ہو تو ہر ایک شبانہ روز کی نمازِ قضا کے بدلے ایک مُدّ طعام صدقہ دے۔ (احکام الشریعہ بین السائل والمجیب، جلد دوم، کتاب الصلاۃ، ص 122)

کی نمازیں اس سے کئی مرتبہ فوت ہوئی ہوں ،اور وہ ان کی تعداد نہ جانتا ہو، تو وہ اس وقت تک قضا کرتا رہے گا[1] یہاں تک کہ اس کا گمان غالب (اطمینان) ہو جائے کہ اس نے اپنے ذمے کی ذمہ داری ادا کر دی ہے۔

دوسرا: اگر اس سے کوئی معین[2] نماز فوت ہو گئی ہو، اور وہ یہ نہ جانتا ہو کہ وہ کتنی مرتبہ فوت ہوئی، تو وہ اسی نماز کی قضا اس وقت تک دہراتا رہے گا یہاں تک کہ اس کا غالب گمان ہو جائے کہ اس نے اپنے ذمے کی ذمہ داری ادا کر دی ہے۔اور اگر اس سے ایسی نمازیں فوت ہو گئی ہوں جن کی نہ تعداد معلوم ہو اور نہ تعیین، تو وہ مسلسل کئی دن نمازیں پڑھتا رہے گا یہاں تک کہ اسے یقین ہو جائے کہ واجب نمازیں مجموعی طور پر ان میں شامل ہو چکی ہیں۔

تیسری فصل: جماعت

اور اس میں چند پہلوؤں پر گفتگو ہے:

پہلا پہلو: تمام فرض نمازوں میں جماعت مستحب ہے

اور یومیہ پانچ نمازوں میں اس کی زیادہ تاکید ہے۔اور جماعت واجب نہیں، سوائے نمازِ جمعہ ،اور دونوں عیدوں کے، وہ بھی ان کی شرائط کے ساتھ ۔اور نوافل میں سے کسی نماز میں جماعت جائز نہیں ، سوائے نمازِ استسقاء، اور دونوں عیدوں کی نماز کے، اس صورت میں جب وجوب کی شرائط پوری نہ ہوں۔[3]

---

[1] ۔ یعنی ایک نمازِ فجر، ایک نمازِ مغرب، اور ایک چار رکعتی نماز مافی الذمہ کی نیت سے پڑھے، اور اسی ترتیب کو جاری رکھے، یہاں تک کہ اسے اطمینان ہو جائے کہ اس کے ذمے کوئی قضا نماز باقی نہیں رہی۔ (احکام الشریعہ بین السائل والمجیب، جلد دوم، کتاب الصلاۃ، ص 121)

[2] ۔ مثلاً اسے معلوم ہے کہ اس کی نمازِ فجر قضا ہوئی ہے، لیکن اسے ان کی تعداد معلوم نہیں۔ (احکام الشریعہ بین السائل والمجیب، جلد دوم، کتاب الصلاۃ، ص 121)

[3] ۔ اگر نمازِ عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے وجوب کی شرائط پوری نہ ہوں تو وہ واجب نہیں ہوتیں۔ (مترجم)

اور نماز جماعت اس وقت حاصل ہوتی ہے جب رکوع پا لیا جائے، یعنی امام کو حالتِ رکوع میں پا لیا جائے۔
اور جماعت کم از کم دو افراد سے قائم ہو جاتی ہے، جن میں سے ایک امام ہو۔ امام، اور مقتدی کے درمیان ایسا پردہ نہیں ہونا چاہیے جو دیکھنے میں مانع ہو، مگر یہ کہ مقتدی عورت ہو۔[1]

اور جماعت اس صورت میں بھی منعقد نہیں ہوتی جب امام مقتدی سے ایسی بلندی پر ہو جس کا عرفاً اعتبار کیا جاتا ہو، جیسے عمارتیں۔ البتہ یہ جائز ہے کہ امام ڈھلوان والی زمین کے کسی اونچے حصے پر کھڑا ہو، اور اگر مقتدی کسی اونچی عمارت پر کھڑا ہو تو یہ بھی جائز ہے۔

اور مقتدی کا امام سے اتنا زیادہ فاصلے پر کھڑا ہونا جائز نہیں جو عرف میں زیادہ شمار ہوتا ہو "مقتدی اور امام کے درمیان ایک میٹر سے زیادہ فاصلہ ہو" جب کہ ان کے درمیان متصل صفیں نہ ہوں، لیکن اگر صفیں مسلسل متصل ہوں تو کوئی حرج نہیں۔[2]

اور مکروہ ہے کہ مقتدی امام کے پیچھے قراءت کرے، مگر اس صورت میں جب نماز جہری ہو،[3] اور مقتدی کو امام کی آواز، حتیٰ کہ اس کی ہلکی آواز بھی سنائی نہ دے۔ اور اگر امام ان لوگوں میں سے ہو جن کی اقتدا صحیح نہیں، تو قراءت واجب ہو گی۔[4]

امام کی پیروی کرنا واجب ہے، لہٰذا اگر مقتدی امام کی حالت سے بے خبر ہونے کی وجہ سے اس سے پہلے اپنا سر اٹھا لے تو وہ امام کی پیروی کے لیے دوبارہ واپس جائے، اور اگر بھول کر اپنا سر اٹھالیا ہو تب بھی وہ واپس جا کر امام کی پیروی کرے۔ اور اسی طرح اگر مقتدی نے یہ گمان کرتے ہوئے کہ امام رکوع یا سجدے میں جا چکا ہے، امام سے پہلے رکوع یا سجدے میں چلا جائے، تو واپس آئے اور امام کی پیروی کرے۔ لیکن اگر اس نے امام کی حالت کو جانتے ہوئے عمداً امام سے پہلے رکوع کرے، تو اگر اس نے الگ نماز پڑھنے کی نیت کر لی ہو تو اپنی نماز

---

[1] - وہ حائل یا رکاوٹ جس کی موجودگی نمازِ جماعت میں مانع نہیں بنتی، وہ ایسی رکاوٹ ہے جو اتصال کے قائم ہونے میں مانع نہ ہو اور امام یا مکبر کی آواز سننے سے نہ روکے، جیسے کپڑا یا لکڑی وغیرہ کی باریک دیوار، نہ کہ موٹی دیوار جو اتصال کے قائم ہونے میں رکاوٹ بن جائے۔ (احکام الشریعہ بین السائل والمجیب، جلد دوم، کتاب الصلاۃ، ص 125)

[2] - مثلاً جو شخص تیسری صف میں کھڑا ہو، اس کا امام سے فاصلہ ایک میٹر سے زیادہ ہو، لیکن اس کا اتصال آگے کی صفوں کے ساتھ برقرار ہو۔ (مترجم)

[3] - وہ نمازیں جن میں سورۂ حمد اور سورت بلند آواز سے پڑھنا واجب ہے، نمازِ فجر، مغرب اور عشاء ہیں۔ (مترجم)

[4] - کیونکہ اس کی نماز فرادا ہے، جماعت نہیں۔ (مترجم)

منفرداً مکمل کرے گا، ورنہ اس کی نماز باطل ہو جائے گی۔ اور مقتدی کے لیے جائز نہیں کہ وہ امام کے آگے کھڑا ہو۔ اور اقتدا کی نیت، اور کسی معین امام کی اقتدا کا قصد کرنا ضروری ہے، لہٰذا اگر اس کے سامنے دو امام ہوں اور وہ دونوں کی، یا ان میں سے کسی ایک کی اقتداء کی نیت کرے، لیکن وہ کسی ایک کو معین نہ کرے تو جماعت منعقد نہیں ہو گی۔

اگر دو افراد نماز پڑھیں، پھر ان میں سے ہر ایک کہے: «میں امام تھا»، تو دونوں کی نماز صحیح ہے، اور دونوں کہیں: «میں مقتدی تھا»، تو دونوں کی نماز صحیح نہیں، اور یہی حکم اس صورت میں بھی ہے جب دونوں کو اس بات میں شک ہو کہ انہوں نے کیا نیت کی تھی۔ اور فرض نماز پڑھنے والا دوسرے فرض نماز پڑھنے والے کی اقتدا کر سکتا ہے، اگرچہ دونوں فرض نمازیں مختلف ہوں، اور نفل پڑھنے والا،[1] فرض پڑھنے والے یا نفل پڑھنے والے کی اقتدا کر سکتا ہے، اور فرض پڑھنے والا بھی بعض مقامات میں نفل پڑھنے والے کی اقتدا کر سکتا ہے۔

اور مستحب ہے کہ اگر مقتدی ایک مرد ہو تو امام کے دائیں جانب کھڑا ہو، اور اگر متعدد افراد ہوں یا مقتدی عورت ہو تو امام کے پیچھے کھڑے ہوں گے۔ اور اگر امام عورت ہو تو دوسری عورتیں اس کے دونوں جانب کھڑی ہوں۔ اور اسی طرح اگر ننگا شخص ننگوں کی امامت کرے تو وہ بھی بیٹھ کر نماز پڑھائے، اور وہ بھی اس کی دونوں جانب بیٹھیں، اور وہ اپنے گھٹنوں کے سوا کسی چیز کو نمایاں نہ کرے۔

اور مستحب ہے کہ جو شخص اکیلا نماز پڑھ چکا ہو، پھر اسے اسی نماز کی جماعت مل جائے، تو وہ اپنی نماز دوبارہ پڑھے، خواہ وہ امام ہو یا مقتدی۔ اور مستحب ہے کہ اگر مقتدی امام سے پہلے قراءت مکمل کر لے تو امام کے رکوع میں جانے تک تسبیح کرتا رہے۔ اور مستحب ہے کہ پہلی صف میں اہلِ فضل کھڑے ہوں، اور اس صف میں بچوں کو جگہ دینا مکروہ ہے۔ اور مقتدی کا اکیلا کھڑا ہونا مکروہ ہے، مگر اس صورت میں جب صفیں بھر چکی ہوں۔ اور یہ مکروہ ہے کہ جب نماز جماعت قائم ہو جائے تو مقتدی نفل نماز پڑھے۔ اور نماز کے لیے کھڑے ہونے کا

---

[1] - جب کوئی شخص اپنی نماز فرادا پڑھ چکا ہو، پھر کچھ لوگ آ جائیں تا کہ ان کے ساتھ جماعت سے نماز پڑھے، تو مستحب ہے کہ وہ اپنی نماز دوبارہ پڑھے۔ اگرچہ اس کی نماز مستحب ہو، پھر بھی وہ ایسے امام کی اقتدا کر سکتا ہے جس کی نماز واجب ہو، اور اسی طرح اس کے برعکس بھی۔ (احکام الشریعہ بین السائل والمجیب، جلد دوم، کتاب الصلاۃ، ص 128)

وقت اس وقت ہے جب مؤذن کہے: « قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ» کہے، اور افضل یہ ہے کہ دونوں شہادتوں[1] کے مکمل ہونے کے بعد کھڑا ہو۔

دوسرا پہلو: امامِ جماعت میں یہ شرائط ہونی چاہییں

امام میں ایمان، عدالت، عقل، پاکیزہ ولادت، اور بالغ ہونا شرط ہے، اس صورت میں کہ مقتدی بالغ ہو، اور فرض نماز پڑھنے والا ہو۔ نیز یہ کہ بیٹھا ہوا شخص کھڑے ہوئے شخص کا امام نہیں بن سکتا، اور نہ ہی اُمّی،[2] غیر اُمّی کا امام بن سکتا ہے۔ البتہ آزادی شرط نہیں ہے۔

اور اگر مقتدی سب مرد ہوں، یا مرد و عورت دونوں ہوں، تو امام کا مرد ہونا شرط ہے۔ اور عورت صرف عورتوں کی امامت کر سکتی ہے، اسی طرح خنثی[3] صرف خنثی کی امامت کر سکتا ہے، عورت مرد یا خنثی کی امامت نہیں کر سکتی۔

اور اگر امام قراءت میں اس طرح غلطی کرے کہ معنی بدل جائے یا قراءت سمجھ میں نہ آئے، تو ایسے شخص کی امامت اس شخص کے لیے جائز نہیں جو صحیح قراءت کر سکتا ہو۔ اور اسی طرح وہ شخص بھی جس کی ادائیگی میں حروف بدل جاتے ہوں، جیسے تتلانے والا وغیرہ۔[4] اور امام کے لیے امامت کی نیت کرنا شرط نہیں ہے۔ اور مسجد کا صاحب،[5] صاحبِ امارت،[6] اور گھر کا مالک، امامت میں آگے بڑھنے کا زیادہ حق رکھتا ہے۔ اور ہاشمی، غیر ہاشمی سے زیادہ حق رکھتا ہے، بشرطیکہ اس میں امامت کی شرائط موجود ہوں۔

اور اگر کئی امام امامت کے لیے آپس میں نزاع کریں، تو جسے مقتدی آگے کریں وہی زیادہ حق رکھتا ہے، اور اگر مقتدیوں میں اختلاف ہو جائے تو زیادہ فقیہ کو مقدم کیا جائے گا، پھر اس کے بعد زیادہ متقی کو۔ اور امام کے

---

[1] - « اَشْهَدُ اَنَّ الْمَهْدِيَّ وَالْمَهْدِيِّينَ مِنْ وُلْدِهِ حُجَجُ اللهِ» کے بعد۔ (مترجم)

[2] - وہ شخص جو پڑھنا لکھنا نہیں جانتا اور قرآن صحیح طور پر نہیں پڑھ سکتا۔ (احکام الشریعہ بین السائل والمجیب، جلد دوم، کتاب الصلاۃ، ص 129)

[3] - وہ شخص جس کے مرد یا عورت ہونے کی تشخیص ممکن نہ ہو، یا اس کی تشخیص مشکل ہو۔ (مترجم)

[4] - مثلاً وہ شخص جو حرف "ر" یا "ع" کو صحیح طور پر ادا نہیں کر سکتا۔ (احکام الشریعہ بین السائل والمجیب، جلد دوم، کتاب الصلاۃ، ص 130)

[5] - وہ امامِ جماعت جو ہمیشہ اس مسجد میں نماز پڑھاتا ہے۔ (احکام الشریعہ بین السائل والمجیب، جلد دوم، کتاب الصلاۃ، ص 130)

[6] - وہ شخص جسے امام نے امیر مقرر کیا ہو۔ (احکام الشریعہ بین السائل والمجیب، جلد دوم، کتاب الصلاۃ، ص 130)

لیے مستحب ہے کہ اپنے پیچھے موجود مقتدیوں کو دونوں شہادتیں سنادے۔اور اگرامام کا انتقال ہو جائے یا بے ہوش ہو جائے تو کسی ایسے شخص کو اس کا نائب بنایا جائے جو ان کے ساتھ نماز مکمل کرائے،[1] اور اسی طرح اگرامام کو دوران نماز کوئی مجبوری پیش آ جائے تو اس کے لیے کسی کو اپنا نائب بنانا جائز ہے، بلکہ اگر وہ بلا کسی مجبوری کے بھی ایسا کرے تو بھی جائز ہے۔

اور **مکروہ** ہے کہ مقیم، مسافر کی اقتداء کرے، اور مسبوق کو نائب بنایا جائے، اور یہ کہ جذام کا مریض ، یا برص کا مریض ، وہ شخص جس پر حد جاری کی گئی ہو، اگرچہ اس نے توبہ کر لی ہو،[2] یا ختنہ نہ کیا ہوا شخص امامت کرے، اور ایسے شخص کی امامت جسے مقتدی ناپسند کرتا ہو، اور یہ کہ دیہاتی مہاجرین[3] کی امامت کرے، اور تیمّم کرنے والا وضو یا غسل کرنے والوں کی امامت کرے۔

تیسرا پہلو: نمازِ جماعت کے احکام

اور اس میں چند مسائل ہیں:

پہلا مسئلہ: اگر نماز کے بعد ثابت ہو جائے کہ امام فاسق یا کافر تھا، یا طہارت کے بغیر تھا، تو مقتدی (نماز پڑھنے والے) کی نماز باطل نہیں ہوگی۔ اور اگر مقتدی کو پہلے سے علم تھا تو وہ نماز دوبارہ پڑھے گا، اور اگر اسے نماز کے دوران علم ہو جائے تو وہ انفرادی نیت کرے، اور اپنی نماز مکمل کرے۔

دوسرا مسئلہ: اگر مقتدی اس وقت آئے جب امام رکوع میں ہو، اور اسے رکوع کے فوت ہونے کا خوف ہو، تو وہ رکوع کرے، اور اسے یہ بھی جائز ہے کہ رکوع کی حالت میں چلتا ہوا صف میں شامل ہو جائے۔

تیسرا مسئلہ: اگر خنثی، اور عورت اکٹھے ہوں، تو خنثی امام کے پیچھے کھڑا ہوگا، اور عورت واجب طور پر خنثی کے پیچھے کھڑی ہوگی۔

---

1 - وہ اپنی نماز فرادا مکمل کر سکتے ہیں۔ (احکام الشریعہ بین السائل والمجیب، جلد دوم، کتاب الصلاۃ، ص 130)

2 - ایسے شخص کی امامت صحیح ہے جس نے ایسا گناہ کیا ہو جس پر حد جاری ہونا لازم تھی، لیکن اس پر حد جاری نہ ہوئی ہو اور وہ اپنے گناہ سے توبہ کر چکا ہو۔ (احکام الشریعہ بین السائل والمجیب، جلد دوم، کتاب الصلاۃ، ص 131)

3 - اس زمانے میں اعرابی سے مراد وہ لوگ ہیں جو دنیا کے پیچھے لگے ہوئے ہیں اور دینی امور کی جانب بہت کم توجہ رکھتے ہیں؛ اور مہاجرین وہ لوگ ہیں جنھوں نے دین کی نصرت اور کلمتہ اللہ کو بلند کرنے کی راہ میں اپنی جان، مال اور توانائی قربان کر دی ہے۔ (احکام الشریعہ بین السائل والمجیب، جلد دوم، کتاب الصلاۃ، ص 132)

چوتھامسئلہ: اگر امام محراب کے اندر کھڑا ہو تو اس کے سامنے کھڑے لوگوں کی نماز صحیح ہو گی، لیکن جو اس کے دائیں یا بائیں ہوں، اگر وہ امام کو نہ دیکھ سکیں تو ان کی نماز صحیح نہیں۔ البتہ پہلی صف کے پیچھے والی صفوں کی نماز جائز ہے، کیونکہ وہ ان لوگوں کو دیکھتے ہیں جو امام کو دیکھ رہے ہوتے ہیں۔

پانچواں مسئلہ: مقتدی کے لیے بغیر کسی عذر کے امام سے الگ ہونا جائز نہیں ہے، البتہ اگر وہ انفرادی نیت کر لے تو جائز ہے۔[1]

چھٹامسئلہ: ایک ہی کشتی، اور کئی کشتیوں میں جماعت جائز ہے، چاہے کشتیاں آپس میں ملی ہوئی ہوں یا الگ الگ ہوں۔

ساتواں مسئلہ: اگر مقتدی نفل نماز شروع کر چکا ہو، اور امام جماعت کے لیے تکبیر کہہ دے تو اگر جماعت کے فوت ہونے کا اندیشہ ہو تو وہ نفل نماز توڑ دے، اور ابتدائی نئ جماعت میں شامل ہو جائے، ورنہ استحباباً دو رکعتیں مکمل کرے۔ اور اگر وہ نماز فرض ہو تو بہتر یہ ہے کہ اپنی نیت کو نفل کی طرف منتقل کرے، اور دو رکعتیں مکمل کرے۔ اور اگر امام جماعت امام معصوم ہو تو نماز فریضہ کو توڑ دے، اور جماعت کے ساتھ از سر نو شروع کرے۔[2]

آٹھواں مسئلہ: اگر مقتدی سے امام کے ساتھ کچھ حصہ فوت ہو جائے تو جتنا اسے ملے اسے اپنی نماز کا آغاز قرار دے، اور وہ باقی نماز بعد میں مکمل کرے۔ اور اگر وہ امام کو چوتھی رکعت میں پا لے تو اس کے ساتھ شامل ہو جائے، پھر جب امام سلام پھیر دے تو وہ کھڑا ہو کر اپنی باقی نماز پڑھے، اور اس کی دوسری رکعت میں سورۂ الحمد اور ایک سورت پڑھے، اور آخری دو رکعتوں میں صرف سورۂ الحمد پڑھے۔[3]

---

[1] - اگر امام اپنی نماز میں غلطی کر بیٹھے، مثلاً سورۂ نہ پڑھے اور رکوع میں چلا جائے، تو مقتدیوں پر واجب ہے کہ امام کی پیروی کریں اور اس کے ساتھ رکوع میں چلے جائیں۔ (احکام الشریعہ بین السائل والمجیب، جلد دوم، کتاب الصلاۃ، ص 135)

[2] - اگر امامِ جماعت، امامِ معصوم ہو، تب بھی اس کے پیچھے نمازِ جماعت پڑھنا واجب نہیں ہے۔ (احکام الشریعہ بین السائل والمجیب، جلد دوم، کتاب الصلاۃ، ص 133)

[3] - یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ جب مقتدی امام کی پیروی کرتے ہوئے تشہد میں بیٹھتا ہے تو اس کے بیٹھنے کے طریقے میں کوئی فرق نہیں ہوتا، اور اسے اُکڑوں بیٹھنے کی ضرورت نہیں۔ (احکام الشریعہ بین السائل والمجیب، جلد دوم، کتاب الصلاۃ، ص 134)

نواں مسئلہ: اگر مقتدی امام کو آخری رکعت کے رکوع سے سر اٹھانے کے بعد پائے، تو تکبیر کہے، اور اس کے ساتھ سجدہ کرے، پھر جب امام سلام پھیر دے تو وہ کھڑا ہو کر اپنی نماز شروع کرے،[1] اور اسے نئی تکبیر کی ضرورت نہیں ہوگی۔ اور اگر وہ امام کو آخری سجدے سے سر اٹھانے کے بعد پالے تو تکبیر کہہ کر اس کے ساتھ بیٹھ جائے، پھر جب امام سلام پھیر دئے تو وہ کھڑا ہو کر اپنی نماز شروع کرے، اور اسے دوبارہ تکبیر کہنے کی ضرورت نہیں۔

دسواں مسئلہ: مقتدی کے لیے ضرورت کی بناپر امام سے پہلے سلام پھیرنا، اور نماز سے فارغ ہونا جائز ہے، اور اس کی جماعت صحیح ہے۔

گیارھواں مسئلہ: اگر عورتیں آخری صف میں کھڑی ہوں، اور مرد آجائیں، اور مردوں کے لیے ان کے آگے کھڑے ہونے کی جگہ نہ ہو، تو عورتوں پر واجب ہے کہ وہ پیچھے ہٹ جائیں۔

بارھواں مسئلہ: اگر مسبوق (وہ شخص جس کی نماز (رکعتوں کے اعتبار سے) دوسروں سے پیچھے ہو) کو نائب بنایا جائے، تو جب مقتدیوں کی نماز مکمل ہو جائے تو وہ انہیں اشارہ کرے کہ وہ سلام پھیر دیں، پھر وہ خود کھڑا ہو کر اپنی باقی نماز مکمل کرے گا۔

خاتمہ: مساجد سے متعلق احکام

یہ **مستحب** ہے کہ مساجد کھلی بنائی جائیں، ان پر چھت نہ ہو، مگر حصیر سے بنی ہوئی چھت، جو سایہ بان کی صورت میں ہو، جیسے حضرت موسیٰ (علیہ السلام) کا سایہ بان۔ اور یہ کہ وضو کی جگہیں مسجدوں کے دروازوں پر ہوں، اور مینار مسجد کی دیوار کے ساتھ ہو، نہ کہ اس کے درمیان میں، اور یہ کہ مسجد میں داخل ہوتے وقت

[1] - امام کے ساتھ کیا گیا سجدہ اس کی پہلی رکعت میں شمار نہیں ہوگا، اور جب وہ کھڑا ہوگا تو بغیر دوبارہ تکبیر کہے اپنی نماز پہلی رکعت سے شروع کرے گا۔ (احکام الشریعہ بین السائل والمجیب، جلد دوم، کتاب الصلاۃ، ص 134)

دایاں پاؤں پہلے رکھا جائے، اور نکلتے وقت بایاں پاؤں پہلے نکالا جائے، اور اپنے جوتوں کی نگرانی کی جائے،[1] اور مسجد میں داخل ہوتے وقت، اور اس سے نکلتے وقت دعا پڑھے۔[2]

اور مسجد کا جو حصہ منہدم ہو گیا ہو اسے گرانا جائز ہے ، اس کے علاوہ کسی دوسرے حصے کو گرانا جائز نہیں۔ اور اس کی دوبارہ تعمیر کرنا مستحب ہے۔ اور مسجد کے کے سامان کو دوسری مسجدوں میں استعمال کرنا جائز ہے، اور مساجد کی صفائی کرنا، اور ان میں چراغ جلانا مستحب ہے۔

اور حرام ہے:

کہ مساجد کو مزین کیا جائے، اور ان پر تصویریں نقش کی جائیں، اور ان کے سامان کو فروخت کیا جائے، اور ان میں سے کسی حصے کو راستوں یا ذاتی املاک میں شامل کیا جائے۔ اور جو شخص مسجد سے کوئی چیز لے، اس پر واجب ہے کہ اسے اسی مسجد میں یا کسی دوسری مسجد میں واپس کر دے۔ اور جب مسجد کے آثار مٹ جائیں تو اس پر قبضہ کرنا حلال نہیں ہوتا۔ اور مسجد میں نجاست داخل کرنا جائز نہیں، اور نہ ہی مسجد میں نجاست کو باقی رکھنا جائز ہے، اور نہ اس میں سے کنکریاں نکالنا جائز ہے، اور اگر کوئی ایسا کرے تو وہ انہیں واپس رکھ دے۔ اور کسی گھر کا دروازہ مسجد کی طرف کھولنا حرام ہے،[3] سوائے معصوم کے گھر کے دروازے کے۔ اور مسجد میں کھانا کھانا، اور اسے کھانے پینے کی مجالس کے لیے استعمال کرنا سخت مکروہ ہے۔

---

[1] - تاکہ اسے اطمینان ہو جائے کہ وہ نجاست اور دیگر گندگیوں سے پاک ہے۔ (احکام الشریعہ بین السائل والمجیب، جلد دوم، کتاب الصلاۃ، ص 135)

[2] - مثلاً وہ دعا جو حضرت فاطمہ (ع) نے رسول اللہ (ص) سے روایت کی ہے کہ آپ (ص) مسجد میں داخل ہوتے وقت یہ دعا پڑھتے تھے: «بِسْمِ اللهِ، اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَىٰ مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ، وَاغْفِرْ لِي ذُنُوبِي، وَافْتَحْ لِي اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ» اور مسجد سے نکلتے وقت یہ دعا پڑھتے تھے: «بِسْمِ اللهِ، اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَىٰ مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ، وَاغْفِرْ لِي ذُنُوبِي، وَافْتَحْ لِي اَبْوَابَ فَضْلِكَ» (مستدرک الوسائل، ج 3، ص 394) (احکام الشریعہ بین السائل والمجیب، جلد دوم، کتاب الصلاۃ، ص 135)

[3] - یعنی مسجد کے پڑوسیوں کو یہ حق نہیں کہ وہ اپنے گھروں سے مسجد کی طرف دروازہ کھولیں۔ (مترجم)

مکروہ ہے:

اور مسجد کو بہت اونچا بنانا ،اور مسجد کے لیے کنگرے (روشندان) بنانا، یا دیوار کے اندر گہرے محراب بنانا، اور مسجد کو گزرگاہ بنانا مکروہ ہے۔[1]

اور مستحب ہے کہ مسجد میں خرید و فروخت سے اجتناب کیا جائے، اور دیوانوں کو مسجد میں آنے نہ دیا جائے، اور فیصلوں کا نفاذ، اور گم شدہ چیزوں کا اعلان، اور حدود کا قیام، اور شعر پڑھنا، اور آواز کا بلند کرنے، اور پیشہ ورانہ کام کرنا، اور سونا ترک کیا جائے۔

اور مکروہ ہے کہ ایسا شخص مسجد میں داخل ہو جس کے منہ میں پیاز یا لہسن کی بو آتی ہو، اور مسجد میں تھوکنا، اور بلغم ڈالنا، اور جوئیں مارنا، اور اگر کوئی ایسا کرے تو اسے مٹی سے ڈھانپ دے، اور مسجد میں ستر (شرمگاہ) ظاہر کرنا، اور کنکریاں پھینکنا مکروہ ہے۔

تین مسائل:

پہلا مسئلہ: اگر گرجے، اور یہودی عبادت گاہیں منہدم ہو جائیں، تو اگر وہ اہلِ ذمہ[2] کی ہوں تو ان سے تعرض کرنا جائز نہیں، اور اگر وہ دارالحرب[3] میں ہوں یا ان کے باشندے باقی نہ رہے ہوں، تو انہیں مساجد کے طور پر استعمال کرنا جائز ہے۔

دوسرا مسئلہ: فرض نماز کو مسجد میں ادا کرنا گھر میں ادا کرنے سے افضل ہے، اور نفل نماز اس کے برعکس ہے۔

تیسرا مسئلہ: جامع مسجد میں نماز کا ثواب سو نمازوں کے برابر ہے، قبیلے کی مسجد میں پچیس نمازوں کے برابر، اور بازار کی مسجد میں بارہ نمازوں کے برابر ہے۔ معصومین کے مزارات، اور حسینیوں کی حرمت بھی مساجد کی حرمت کی طرح ہے، لیکن حسینیوں میں کھانا کھانا مکروہ نہیں ہے۔ اور امام معصوم یا اس کی طرف سے مقرر کردہ شخص کے لیے مستحب ہے کہ وہ مسلمانوں کے امور کو مسجد سے انجام دے۔

---

1 - یعنی ایک دروازے سے داخل ہوں اور دوسرے دروازے سے باہر نکلیں۔ (احکام الشریعہ بین السائل والمجیب، جلد دوم، کتاب الصلاۃ، ص 137)

2 - وہ غیر مسلم جو اسلامی حکومت کے ساتھ ذمّہ (تحفظ وامان) کا معاہدہ کر کے اس کے زیرِ حفاظت رہتے ہوں؛ مترجم

3 - وہ علاقہ جہاں مسلمانوں اور وہاں کے باشندوں کے درمیان صلح یا ذمّہ کا معاہدہ نہ ہو؛ مترجم

چوتھی فصل: نمازِ خوف[1] اور نماز تعاقب[2]

نمازِ خوف سفر، اور حضر میں قصر ہوتی ہے، چاہے جماعت کے ساتھ پڑھی جائے یا اکیلے۔ اور اگر جماعت کے ساتھ پڑھی جائے تو امام کو اختیار ہے، اگر وہ چاہے تو ایک گروہ کو نماز پڑھائے، پھر دوسرے گروہ کو، اور دوسری نماز امام کے لیے مستحب ہوگی۔ اور افضل یہ ہے کہ وہ اسی طریقے سے نماز پڑھائے جس طرح رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ) نے ذات الرقاع میں نماز ادا فرمائی تھی۔

اس کے بعد اس نماز کے لیے اس کی شرائط، اس کے طریقے، اور اس کے احکام پر گفتگو ہوگی۔

نمازِ خوف کی شرائط

یہ کہ دشمن قبلہ کی سمت میں نہ ہو، اور اس میں اتنی قوت ہو کہ اس کے مسلمانوں پر اچانک حملہ کر دینے کا اندیشہ ہو، اور مسلمانوں کی تعداد اتنی ہو کہ وہ دو گروہوں میں تقسیم ہو سکیں، اس طرح کہ ہر گروہ دشمن کے مقابلے کی ذمہ داری سنبھال سکے، اور امام کو انہیں دو گروہوں سے زیادہ میں تقسیم کرنے کی ضرورت نہ پڑے۔

نمازِ خوف کا طریقۂ ادا

اگر نماز دو رکعتی ہو تو امام پہلے گروہ کے ساتھ ایک رکعت پڑھ کر بیٹھ جائے، پھر اس کے پیچھے والے کھڑے ہو کر اپنی باقی نماز مکمل کریں، اس کے بعد دشمن کے مقابلے کے لیے چلے جائیں، پھر امام دوسری رکعت کے لیے کھڑا ہو، اور دوسرا گروہ آئے، وہ تکبیرۃ الاحرام کہہ کر اس کے ساتھ شامل ہو جائے، اور امام کی یہ رکعت ان کی پہلی رکعت ہوگی، پھر جب امام تشہد کے لیے بیٹھے تو وہ اسے طول دے، اور اس کے پیچھے والے کھڑے ہو کر اپنی نماز مکمل کریں، پھر بیٹھ جائیں، اس کے بعد امام ان کے ساتھ تشہد پڑھے اور سلام پھیر دے۔

---

[1] - یعنی نمازِ خوف، جیسے حق اور باطل کے درمیان میدانِ جنگ میں پڑھی جانے والی نماز۔ (احکام الشریعہ بین السائل والمجیب، جلد دوم، کتاب الصلاۃ، ص 139)

[2] - یعنی شدید خوف کی حالت میں پڑھی جانے والی نماز، جیسے اس وقت جب میدانِ جنگ میں سخت اور آمنے سامنے کی لڑائی جاری ہو۔ (احکام الشریعہ بین السائل والمجیب، جلد دوم، کتاب الصلاۃ، ص 139)

اس طرح تین امور میں اختلاف واقع ہوتا ہے:

مقتدی کا اعمال میں امام سے الگ ہونا، نیت میں نہیں، کیونکہ اس کی نماز جماعت ہی رہتی ہے؛ [1]

امام کا مقتدی کے مکمل کرنے تک انتظار کرنا،

اور بیٹھے ہوئے امام کی کھڑے ہوئے لوگوں کی امامت کرنا۔

اور اگر نماز تین رکعتی ہو تو امام کو اختیار ہے، چاہے تو پہلے گروہ کے ساتھ ایک رکعت، اور دوسرے کے ساتھ دو رکعتیں پڑھے، اور چاہے تو اس کے برعکس کرے، اور یہ بھی جائز ہے کہ ہر گروہ ایک ہی شخص پر مشتمل ہو۔

نمازِ خوف کے احکام

تو ان میں چند مسائل ہیں:

پہلا مسئلہ: جو سہو مقتدیوں کو حالتِ اقتدا میں لاحق ہو، اس کا کوئی حکم نہیں، اور حالتِ انفراد میں اس کا حکم وہی ہو گا جو بابِ سہو میں پہلے بیان کیا جا چکا ہے۔

دوسرا مسئلہ: نماز میں اسلحہ ساتھ رکھنا واجب ہے، اگرچہ اسلحہ پر نجاست ہی کیوں نہ ہو، لیکن اگر اسلحہ اتنا بھاری ہو کہ وہ نماز کے بعض واجبات میں رکاوٹ بنے تو اسے ساتھ رکھنا جائز نہیں۔

تیسرا مسئلہ: اگر امام ایسا سہو کرے جس کی وجہ سے دو سجدۂ سہو واجب ہو جائیں، پھر دوسرا گروہ اس کے ساتھ شامل ہو جائے، تو جب امام سلام پھیر کر سجدۂ سہو کرے، تو اس دوسرے گروہ پر اس کی پیروی واجب نہیں۔

نمازِ مطاردہ یا شدید خوف کی حالت کی نماز

جسے نمازِ شدتِ خوف بھی کہا جاتا ہے، مثلاً جب حالت یہاں تک پہنچ جائے کہ لڑائی گتھم گتھا ہونے اور ایک دوسرے کا پیچھا کرنے تک جا پہنچے، تو نمازی اپنی استطاعت کے مطابق، خواہ کھڑا ہو کر، چلتے ہوئے یا

---

[1] - اس طرح کہ پہلے گروہ کے افراد اپنی دوسری رکعت فرادا مکمل کریں اور امام سے پہلے سلام پھیر دیں، جبکہ دوسرا گروہ بھی اپنی دوسری رکعت فرادا ادا کرے، یہاں تک کہ امام کے تشہد اور سلام میں اس کے ساتھ شامل ہو جائے۔ (احکام الشریعہ بین السائل والمجیب، جلد دوم، کتاب الصلاۃ، ص 140)

سواری پر، نماز ادا کرے۔ تکبیرۃ احرام کے وقت قبلہ رخ ہو، پھر اگر ممکن ہو تو اسی پر قائم رہے، ورنہ جتنا ممکن ہو قبلہ کی طرف رخ کرے، اور اگر یہ بھی ممکن نہ ہو تو جس سمت ممکن ہو اسی طرف نماز ادا کرے۔

اور اگر سواری سے اترنے کی قدرت نہ ہو تو سواری پر ہی نماز پڑھے، اور وہ زین کے اگلے حصے پر سجدہ کرے، اور اگر یہ بھی ممکن نہ ہو تو وہ اشارے سے سجدہ کرے۔ اور اگر شدید خوف ہو تو وہ تسبیح کے ساتھ نماز ادا کرے، اور رکوع اور سجدہ ساقط ہو جائیں گے، اور وہ ہر رکعت کے بدلے «سُبْحَانَ اللهِ، وَالْحَمْدُ لِلَّهِ، وَلَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ، وَاللهُ أَكْبَرُ» کہے۔

فروعات:

پہلی فرع: اگر کوئی اشارے کے ساتھ نماز پڑھے، پھر اسے امن حاصل ہو جائے، تو وہ اپنی باقی نماز رکوع اور سجدہ کے ساتھ مکمل کرے گا، اور جب تک اس نے نماز کے دوران قبلہ سے منہ نہ موڑا ہو، وہ نماز کو از سر نو شروع نہیں کرے گا، اور اسی طرح وہ شخص جس نے نماز کا کچھ حصہ معمول کے مطابق ادا کیا ہو، پھر اسے خوف لاحق ہو جائے، تو وہ باقی نماز، نماز خوف کے مطابق مکمل کرے گا، اور وہ نماز از سر نو شروع نہیں کرے گا۔

دوسری فرع: اگر کسی نے دور سے کوئی سیاہ چیز کو دیکھ کر اسے دشمن سمجھ کر قصر یا اشارے کے ساتھ نماز ادا کی، پھر معلوم ہوا کہ اس کا گمان غلط تھا، تو وہ نماز کا اعادہ نہیں کرے گا۔ اور اسی طرح اگر دشمن کے حملے کے اندیشے سے شدید خوف کی وجہ سے اس نے اشارے کے ساتھ نماز پڑھی، پھر معلوم ہوا کہ درمیان میں کوئی رکاوٹ تھی جو دشمن کو آنے سے روکتی تھی، تب بھی وہ نماز کا اعادہ نہیں کرے گا۔

تیسری فرع: اگر سیلاب یا درندے کا خوف ہو تو نمازِ شدتِ خوف ادا کرنا جائز ہے۔

تتمہ: کیچڑ میں پھنس جانے والا اور ڈوبنے والا، دونوں اپنی استطاعت کے مطابق نماز ادا کریں گے، اور رکوع و سجود کے لیے اشارہ کریں گے، اور ان دونوں میں سے کوئی ایک بھی اپنی نماز کی رکعتوں میں قصر نہیں کرے گا، سوائے سفر یا خوف کی حالت میں۔

پانچویں فصل: مسافر کی نماز

اور اس میں شرائط، قصر، اور اس سے متعلق مسائل پر گفتگو ہے۔

جہاں تک شرائط کا تعلق ہے، تو وہ چھ ہیں:

پہلی شرط: مسافت

مسافت کا معتبر ہونا ہے، اور وہ (44 کلومیٹر) ایک طرف جانا یا ایک طرف آنا، یا (22 کلومیٹر) جانا اور (22 کلومیٹر) واپس آنا ہے۔ اگر مسافت (22 کلومیٹر) ہو، اور آدمی اسی دن یا چند دنوں میں، دس دن سے کم مدت کے اندر، اپنے گھر واپس آنے کا ارادہ رکھتا ہو، تو اس پر قصر واجب ہے۔ اور اگر وہ ایک دن میں (22 کلومیٹر) سے کم فاصلے پر بار بار جاتا، آتا اور واپس لوٹتا رہے، تو اس کے لیے قصر جائز نہیں، اگرچہ ابتدا ہی سے اس کی یہی نیت ہو۔ اور اگر کسی شہر کے دو راستے ہوں، اور ان میں سے ایک زیادہ دور والا راستہ مسافتِ شرعی کے برابر ہو، پھر وہ اسی دور والے راستے سے جائے، تو وہ قصر کرے گا، اگرچہ اس نے صرف رخصت حاصل کرنے کی غرض سے وہ راستہ اختیار کیا ہو۔

دوسری شرط: مسافت کا قصد

پس اگر کسی نے مسافت سے کم فاصلے کا ارادہ کیا، پھر اس کی رائے بدل گئی، اور اس نے اتنی ہی مزید مسافت کا ارادہ کر لیا، تو وہ قصر نہیں کرے گا۔ اور اگر دونوں کا مجموعہ مسافتِ قصر سے زیادہ ہو، البتہ جب وہ واپس آئے، اور واپسی کے ساتھ مسافت مکمل ہو جائے، تو اس کے بعد کے سفر میں قصر کرے گا۔ اور یہی حکم اس شخص کا بھی ہے جو اپنی بھاگی ہوئی جانور، یا قرض دار، یا بھاگے ہوئے غلام کی تلاش میں نکلے۔ اور اگر وہ اس غرض سے نکلے کہ اگر اسے ہم سفر مل جائیں تو ان کے ساتھ سفر کرے گا، ورنہ واپس لوٹ آئے گا، تو اگر وہ مسافت شرعی (22 کلومیٹر) کی حد تک پہنچ چکا ہو تو وہ اپنے سفر میں، اور قیام کی جگہ پر بھی قصر کرے گا، اور اگر اس حد تک نہ پہنچا ہو، تو وہ پوری نماز پڑھے گا، یہاں تک کہ اسے ساتھی مل جائیں اور وہ سفر پر روانہ ہو جائے۔

تیسری شرط: سفر کے دوران، اقامت[1] کی وجہ سے سفر منقطع نہ ہو

پس اگر کسی نے ایک مسافتِ شرعی کا ارادہ کیا ہو، اور راستے میں اس کی ایسی ملکیت آ جائے جس میں وہ مسلسل چھ ماہ سکونت اختیار کر چکا ہو، تو وہ راستے میں بھی، اور اپنی اس ملکیت میں بھی پوری نماز پڑھے گا۔

---

[1] - یعنی سفر کے دوران نہ تو دس دن قیام کا ارادہ کرے، اور نہ ہی اپنے وطن یا ایسی جگہ سے گزرے جو وطن کے حکم میں ہو۔ (مترجم)

اسی طرح اگر اس نے راستے کے کسی مقام پر اقامت کی نیت کر لی ہو۔ اور اگر اس کے، اور اس کی ملکیت کے درمیان، یا اس مقام کے درمیان جہاں اس نے اقامت کی نیت کی ہے، مسافتِ قصر ہو تو وہ صرف راستے میں نماز قصر کرے گا۔

اور اگر اس کے کئی وطن ہوں تو پہلے وطن تک کے فاصلہ کا اعتبار کیا جائے گا، پس اگر وہ مسافتِ قصر ہو تو وہ راستے میں قصر کرے گا، اور اپنے وطن پہنچ کر اس کا سفر منقطع ہو جائے گا، اور وہاں پوری نماز پڑھے گا۔ پھر اس کے دونوں وطنوں کے درمیان مسافت کا اعتبار کیا جائے گا، اگر وہ مسافتِ قصر نہ ہو، تو سفر کے منقطع ہونے کی وجہ سے راستے میں بھی پوری نماز پڑھے گا، اور اگر وہ مسافتِ قصر ہو، تو وہ دوسرے سفر میں قصر کرے گا، یہاں تک کہ وہ اپنے دوسرے وطن تک پہنچ جائے۔

اور وہ وطن جہاں پوری نماز پڑھی جاتی ہے، وہ وہ جگہ ہے جہاں آدمی کی رہائش، اور مستقل سکونت ہو، اور ہر وہ جگہ جہاں اس کی کوئی ملکیت یا اس کے مشابہ کوئی حق ہو (جیسے مقابلہ کی زمین، یا انفال کی وہ زمین جس سے امام کی اجازت سے فائدہ اٹھایا ہو)،[1] اور اس نے وہاں مسلسل چھ ماہ یا اس سے زیادہ مدت تک سکونت اختیار کی ہو،[2] بشرطیکہ اس ملکیت میں رہائش کے لیے گھر موجود ہو۔[3]

چوتھی شرط: سفر جائز ہو

چاہے واجب ہو، جیسے حجتہ اسلام، یا مستحب ہو، جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کی زیارت، یا مباح ہو، جیسے تجارت کے لیے سفر۔ اور اگر معصیت کا سفر ہو تو وہ قصر نہیں کرے گا، جیسے ظالم کی پیروی کرنا، یا لہو و

---

[1] ۔ لیکن وہ جگہ جہاں کوئی شخص طویل عرصے تک رہا ہو مگر اس کا مالک نہ رہا ہو، جیسے کوئی شخص کئی سال تک کسی جگہ کرائے پر رہا ہو، یا اپنا رہائشی مکان فروخت کر کے ہجرت کر گیا ہو، تو وہ جگہ اب اس کا وطن شمار نہیں ہوگی۔ اگر وہ اپنے سفر کے دوران وہاں سے گزرے تو اس کا سفر منقطع نہیں ہوگا۔ (احکام الشریعہ بین السائل والمجیب، جلد دوم، کتاب الصلاۃ، ص 147)

[2] ۔ البتہ مختصر سفر، جیسے زیارت وغیرہ کے لیے سفر، اس کے درمیان مخل نہیں ہوتا۔ (احکام الشریعہ بین السائل والمجیب، جلد دوم، کتاب الصلاۃ، ص 147)

[3] ۔ ان تمام شرائط کے باوجود وہ جگہ اس کا وطن شمار ہوگی، اگرچہ وہ وہاں سے ہجرت کر جائے۔ البتہ اگر کوئی شخص کسی جگہ رہائش پذیر ہو تو جب تک وہاں مقیم ہے اس کی نماز پوری ہوگی، اگرچہ وہ کرایہ دار ہو اور اس جگہ کا مالک نہ ہو۔ (احکام الشریعہ بین السائل والمجیب، جلد دوم، کتاب الصلاۃ، ص 147)

لعب کے لیے شکار کرنا۔ البتہ اگر شکار اپنی اور اپنے اہل و عیال کی روزی یا تجارت کے لیے ہو تو وہ قصر کرے گا۔

پانچویں شرط: اس کا ہے سفر اس کے حضر سے زیادہ نہ ہو

جیسے بدوی جو بارش کی تلاش میں رہتا ہو، اور کرایہ پر سواری چلانے والا، ملاح، اور وہ تاجر جو بازاروں کی تلاش میں سفر کرتا رہتا ہو، اور ڈاک پہنچانے والا۔ اس کا معیار یہ ہے کہ جس شخص کا سفر ہمیشہ ہفتے میں چار دن، یا مہینے میں سولہ دن، یا سال میں چھ ماہ اور ایک دن ہو، [1] تو وہ سفر میں پوری نماز پڑھے گا، اور روزہ بھی رکھے گا۔ اور جیسے ہی اسے معلوم ہو کہ اس کی یہی حالت ہے، وہ اسی وقت سے پوری نماز اور روزہ شروع کرے گا، اگرچہ یہ اس کے سفر کا پہلا ہی دن ہو۔

چھٹی شرط: مسافر کے لیے جائز نہیں کہ اذان کی آواز سنائی دینا بند ہونے سے پہلے نماز قصر کرے، اور اس حد تک (یعنی جہاں اذان کی آواز سنائی دینا بند ہو جائے) پہنچنے سے پہلے اس کے لیے سفر کی شرعی رخصتوں (جیسے نماز قصر کرنا اور روزہ افطار کرنا) سے فائدہ اٹھانا بھی جائز نہیں۔ اگرچہ اس نے رات ہی کو سفر کی نیت کی ہو۔ اسی طرح واپسی میں بھی وہ اس وقت تک قصر کرے گا، جب تک وہ اپنے شہر کی اذان (انسان کی آواز سے، نہ کہ شہر کے سپیکروں کی آواز) سننے لگے، پھر جب وہ اذان سن لے تو وہ پوری نماز پڑھے گا۔

اور اگر وہ اپنے شہر کے علاوہ کسی جگہ دس دن قیام کی نیت کرے تو پوری نماز پڑھے گا، اور اس سے کم مدت کی نیت ہو تو قصر کرے گا۔

اور اگر اس کا ارادہ متردد رہے تو ایک مہینہ گزرنے تک قصر کرے گا، پھر اس کے بعد وہ پوری نماز پڑھے گا، اگرچہ صرف ایک ہی نماز کیوں نہ ہو۔

اور اگر اس نے اقامت کی نیت کی، پھر اس کا ارادہ بدل گیا، اور اس نے اقامت ختم کرنے کا پختہ فیصلہ کر لیا تو وہ دوبارہ قصر کی طرف لوٹ آئے گا، خواہ اس نیتِ اتمام کے ساتھ ایک نماز پڑھی ہو یا اس سے زیادہ، یا ابھی

[1] ۔ کم از کم مدت جس کی بنا پر نماز پوری پڑھی جائے، چھ ماہ ہے؛ یعنی اگر کسی شخص کی یہ حالت کہ وہ ہر ہفتے چار دن یا ہر مہینے سولہ دن سفر کرتا ہے، چھ ماہ سے زیادہ برقرار رہے، تو جس وقت اسے یقین ہو جائے کہ اس کی یہی حالت ہے، وہ کثیر السفر شمار ہوگا اور اس کی نماز پوری ہوگی۔ (احکام الشریعہ بین السائل والمجیب، جلد دوم، کتاب الصلاۃ، ص 148)

کوئی نماز نہ پڑھی ہو۔ اور اگر بعد میں دوبارہ قیام کی نیت کر لے تو اس پر لازم ہے کہ نئے سرے سے دس دن اقامت کی نیت کرے تاکہ اس کی نمازی پوری ہو۔

سفر میں نماز قصر پڑھنا

تو وہ اصل حکم ہے، (سفر میں نماز قصر پڑھنا واجب ہے) سوائے چار مقامات کے: مکہ، مدینہ، مسجدِ جامعِ کوفہ، اور حائر (حسینی)، ان میں مسافر کو اختیار ہے، اور پوری نماز پڑھنا افضل ہے۔

اور جب قصر متعین ہو جائے، پھر بھی کوئی شخص جان بوجھ کر پوری نماز پڑھے، تو ہر حال میں وہ نماز دوبارہ پڑھے گا۔ اور اگر وہ قصر کے حکم سے ناواقف ہو تو اعادہ نہیں ہے، اگرچہ وقت باقی ہو۔ اور اگر وہ بھول گیا ہو تو وہ وقت کے اندر اعادہ نہیں کرئے گا، اور اگر وقت گزر جائے تو قضاء بھی نہیں کرے گا۔ اور اگر مسافر اتفاقاً قصر پڑھ لے تو اس کی نماز صحیح ہے۔ اور اگر نماز کا وقت اس حال میں داخل ہو کہ وہ مقیم ہو، پھر وقت باقی رہتے ہوئے سفر پر نکل جائے، تو حالتِ ادا کے اعتبار سے قصر کرے گا۔ اور اگر وقت اس حال میں داخل ہو کہ وہ مسافر ہو، پھر مقیم ہو جائے،[1] اور وقت باقی ہو، تو حالت ادا کے اعتبار سے پوری نماز پڑھے گا۔[2]

اور **مستحب** ہے کہ ہر فرض نماز کے بعد تیس مرتبہ یہ کہے: «سُبْحَانَ اللهِ، وَالْحَمْدُ لِلَّهِ، وَلَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ، وَاللهُ أَكْبَرُ»، تاکہ فرض نماز کی کمی کی تلافی ہو۔ اور مسافر پر لازم نہیں کہ وہ مقیم کی متابعت کرے، اگر وہ اس کے پیچھے پوری نماز پڑھ رہا ہو، بلکہ وہ اپنے فرض نماز پر اکتفا کرے گا، اور وہ الگ سلام پھیر دے گا۔

نمازِ قصر کے احکام سے متعلق سات مسائل

پہلا مسئلہ: اگر کوئی شخص مسافتِ شرعی کا ارادہ کر کے نکلے، پھر کوئی رکاوٹ اسے آگے بڑھنے سے روک دے، تو دیکھا جائے گا؛ اگر وہ ایسی جگہ پہنچ چکا ہو جہاں اذان کی آواز سنائی نہ دیتی ہو، اور اس نے سفر کی نیت بھی برقرار رکھی ہو، تو وہ قصر کرے گا۔ اور اگر وہ ایسی جگہ ہو جہاں اذان سنائی دیتی ہو، یا اس نے سفر کا ارادہ ترک کر دیا ہو، تو وہ پوری نماز پڑھے گا۔ اور اس حکم میں خشکی، اور سمندر کا مسافر برابر ہے۔

---

[1] - مثلاً اپنے وطن یا ایسی جگہ پہنچ جائے جو وطن کے حکم میں ہو۔ (مترجم)

[2] - اگر کوئی شخص دس دن قیام کی نیت کرے، پھر نماز کے دوران اپنی نیت بدل دے، تو وہ نماز قصر پڑھے گا۔ اور اس کے برعکس، اگر نماز کے دوران دس دن قیام (اقامت) کی نیت کر لے، تو وہ اپنی نماز پوری پڑھے گا۔ (احکام الشریعۃ بین السائل والمجیب، جلد دوم، کتاب الصلاۃ، ص 152)

دوسرا مسئلہ: اگر کوئی مسافتِ شرعی کے لیے نکلا ، پھر ہوا اسے واپس لے آئی، تو اگر وہ ایسی جگہ تک پہنچ گیا ہو جہاں اذان کی آواز سنائی دیتی ہو، تو پوری نماز پڑھے گا، ورنہ قصر کرے گا۔

تیسرا مسئلہ: اگر کسی نے اپنے شہر کے علاوہ کسی جگہ دس دن قیام کا ارادہ کیا، پھر وہاں سے مسافتِ شرعی سے کم فاصلے تک نکل گیا ، تو اگر اس کا ارادہ واپس آکر وہیں قیام کرنے کا ہو، تو جاتے ہوئے بھی، اور اس شہر میں بھی پوری نماز پڑھے گا۔

چوتھا مسئلہ: جو شخص قصر کی نیت سے نماز شروع کرے، پھر نماز کے دوران اس کا ارادہ اقامت کا ہو جائے، اور وہ اقامت کا پختہ ارادہ کرلے، تو پوری نماز پڑھے گا۔اور اگر اس نے دس دن اقامت کی نیت کی ہو، پھر نماز کے دوران اس کا ارادہ سفر کا ہو جائے، اور وہ سفر کا پختہ ارادہ کرلے، تو قصر کی طرف لوٹ آئے گا۔ اور اگر پوری نماز سے فارغ ہونے کے بعد دوبارہ سفر کا ارادہ کرلے، تو پھر قصر کی طرف لوٹ آئے گا۔

پانچواں مسئلہ: قضاء میں اعتبار نماز کے فوت ہونے کی حالت کا ہے، نہ کہ اس حالت کا جس میں وہ واجب ہوئی تھی، لہٰذا اگر نماز قصر کی حالت میں فوت ہوئی ہو، تو اس کی قضا بھی قصر ہی ہو گی۔

چھٹا مسئلہ: اگر کسی نے مسافتِ شرعی کی نیت کی، اور اذان کی آواز اس سے غائب ہو گئی، پھر اس نے قصر نماز پڑھی، اس کے بعد اس کا ارادہ بدل گیا ہو تو وہ اپنی نماز کا اعادہ نہیں کرے گا۔

ساتواں مسئلہ: اگر نمازِ ظہر کی نافلہ کا وقت داخل ہو جائے، اور وہ اسے پڑھے بغیر سفر پر روانہ ہو جائے، تو مستحب ہے کہ سفر میں بھی اس کی قضا ادا کرے۔